الهادی الحاجب

عن

جنازة الغائب

تصنیف

★ اعلحضرت مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب

مفتی سید شجاعت علی قادری

تقدیم

ایک مرتبہ اگر نماز جنازہ پڑھ لی جائے تو دوبارہ نماز پڑھنا کن صورتوں میں درست ہے اور کن صورتوں میں نہیں؟ نیز یہ کہ اگر میت موجود نہ ہو تو اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ ان دونوں مسائل کا مدلل جواب اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس رسالہ "الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب" (یعنی ہدایت دینے والا اور غائب پر نماز جنازہ پڑھنے سے روکنے والا) میں دیا ہے، جب ہم اس رسالہ میں چھیاسی کتب کی دو سو تیس عبارات پڑھتے ہیں تو ہمیں اعلیحضرت کی فقہی بصیرت کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے اور جب ہم اعلیحضرت کی ان محدثانہ ابحاث کو پڑھتے ہیں جو آپ نے اس موضوع پر کی ہیں تو ہمیں آپ کے تبحر فی علم الحدیث کا اندازہ ہوتا ہے، اس رسالہ میں بعض مقامات پر جو جرح و تعدیل فرمائی ہے، وہ مزید آپکے علم وفضل کا ثبوت ہے، اعلیحضرت کا یہ رسالہ اس حیثیت سے اور بھی اہم ہے کہ آپ علماء متقدمین کے کئی دلائل کو نقل فرما کر "اقول" سے محاکمہ فرماتے ہیں اور یہ محاکمہ دریائے علم میں آپکی غواصی اور شناوری کا منہ بولتا ثبوت ہے، ان تمام خصوصیات کے علاوہ میرے نزدیک سب سے توجہ کی مستحق بات یہ ہے کہ علمائے مذہب کو چھوڑ کر بڑے سے بڑے محقق و مدقق سے مرعوب نظر نہیں آتے بلکہ جسکے کلام کو بھی قابل تنقید پاتے ہیں اس پر بے لاگ تبصرہ اور صحتمند تنقید کرتے چلے جاتے ہیں، اس طرح اعلیحضرت ہمیں روشن دماغی اور علمی میدانوں میں جولانی کی تعلیم دیتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ علم دماغوں میں کورانہ تقلید کی گرہیں لگانے کیلئے نہیں بلکہ

لگی ہوئی گرہوں کو کھولنے کے لئے ہے۔ میں اس سے آپ کے ناقدانہ کلام کی ایک جھلک پیش کرتا ہوں :-

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں، کسی صاحب نے ان کی کتاب "مدارج النبوۃ" کی ایک روایت سے ثابت کیا کہ "نماز جنازہ غائبانہ جائز ہے اور اس میں شیخ محقق کے استاذ حدیث قاضی علی بن جار اللہ کا فتوی بھی نقل کیا، اس پر آپ نے تنقید کرتے ہوئے فرمایا "پھر جسے ادنیٰ لیاقت اجتہاد بھی نہیں جمیع ائمہ مذہب کے خلاف اس کی بات کیا قابل التفات؟ صہ دعائے میت کہ میکنند فلا باس یہ اجماع ائمہ مذہب کے خلاف ایسی بے معنی استناد کیسی سخت جہالت شدیدہ ہے، شک نہیں کہ قاضی ممدوح گیارھویں صدی کے ایک عالم تھے مگر عالم سے لغزش بھی ہوتی ہے پھر اس لغزش سے بچنے کا حکم ہے نہ کہ اتباع کا"

آپ نے دیکھا کیسی کھری تنقید ہے، اور یہ بے دلیل نہیں آپ نے اس تنقید پر کئی مثالیں پیش فرمائی ہیں اور اس کو بھی مدلل کیا ہے، ہمارے زمانہ میں افراد و شخصیات کے ناموں کی پرستش علمی تحقیق و توسیع میں بڑی رکاوٹ ہے، اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کی رکاوٹوں اور بے جا پابندیوں کے سخت مخالف ہیں۔

مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مسئلہ از معسکر بنگلور جامع مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب مدراسی ۲۳ رذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمکم اللہ تعالیٰ کہ حنفی مذہب میں نماز جنازہ مع اولیائے میت پڑھ لی ہو پھر دوبارہ پڑھنا اور نماز جنازہ غائب پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر امام شافعی مذہب ہو تو اس کے اقتدار سے ہم حنفیوں کو یہ دونوں امر جائز ہو جائیں گے یا نہیں یہ حیلہ ہمارے مذہب میں کچھ اصل رکھتا ہے یا نہیں ہمارے بلاد دکن اضلاع بنگلور و مدراس میں ان مسئلوں کی اشد ضرورت ہے امید کہ عبارات عام فہم ہوں کہ بکار آمد ہوں۔

(السائل عبدالرحیم مدراسی)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ الذی لا یشفع عندہ الا باذنہ والصلاۃ والسلام علی من امر بالوقوف عند حدود دینہ وعلی اٰلہٖ وصحبہٖ قدر کمالہٖ وحسنہٖ آمین

جواب سوال اوّل

مذہب مہذب حنفی میں جب کہ ولی[1] نماز جنازہ پڑھ چکا یا اس کے اذن سے
یک بار نماز ہو چکی (اگرچہ یونہی کہ دوسرے نے شروع کی ولی شریک ہوگیا) تو اب
دوسروں کو نماز مطلقاً جائز نہیں نہ اُن کو جو پڑھ چکے نہ ان کو جو باقی رہے ائمہ
حنفیہ کا اس پر اجماع ہے جو اس کا خلاف کرے مذہب حنفی کا مخالف ہے تمام
کتب مذہب متون و شرح وفتاوٰی اس کی تصریحات سے گونج رہی ہیں اس مسئلہ
کی پوری تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ "النھی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز"
میں بفضلہ تعالیٰ بروجہ اتم ہو چکی ہے یہاں صرف نصوص عبارات ائمہ و علماء
حنفیہ خصھم اللہ تعالیٰ بالطاف الخفیہ ذکر کریں اور از انجا کہ یہ جنازہ فائدہ جدیدہ
سے خالی نہ ہو ان میں حدت و زیادت کا لحاظ رکھیں وباللہ التوفیق۔ یہاں کلام
بنظر انتظام مرام چند انواع پر خواہان انقسام۔ **نوع اوّل** نماز جنازہ دوبارہ
روا نہیں (۱) درمختار میں ہے تکرارھا غیر مشروع نماز جنازہ کی تکرار
جائز نہیں (۲) غنیہ شرح منیہ میں ہے

تکرار الصلوٰۃ علی میت واحد ایک میت پر دوبارہ نماز ناجائز ہے۔
غیر مشروع

(۳) امام اجل مفتی الجن والانس سیدی نجم الدین عمر نسفی استاذ امام اجل صاحب
ہدایہ رحمہما اللہ تعالیٰ منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں:۔

[1] ولی سے مراد یہاں وہ شخص ہے جو نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق رکھتا ہو اسکی تفصیل آگے آئیگی

باب فتاوی الشافعی وحدہ — ومابہ قال وقلنا ضدہ

وجائز فی فعلھا التکرار — وفی القبور یدخل الاوتار

یعنی نماز جنازہ کی تکرار جائز ہونا صرف امام شافعی کا قول ہے۔ ہمارے نزدیک جائز نہیں (۴) ایضاح امام ابوالفضل کرمانی (۵) فتاوی عالمگیریہ (۶) جامع الرموز میں ہے لا یصلی علی میت الامرۃ واحدۃ کسی میت پر ایک بار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے (۷) علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں

سقوط فرضھا بواحد فلوا عادوا تکررت ولم تشرع مکررۃ — نماز جنازہ کا فرض ایک کے پڑھنے سے ساقط ہوجاتا ہے اب اگر پڑھیں تو مکرر ہوجائیگی اور وہ مکرر مشروع نہیں۔

بحرالرائق وشامل بیہقی وغیرہما کی عبارات نوع سوم میں آتی ہیں اور حلیہ کی چہارم اور عنایہ کی دہم میں (۸) مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی (۹) نہایہ شرح ہدایہ (۱۰) منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے

لا تعاد الصلوٰۃ علی المیت الا ان یکون الولی ھوالذی حضر فان الحق لہ ولیس لغیر ولایۃ اسقاط حقہ — کسی میت پر دو دفعہ نماز نہ ہو ہاں اگر ولی آئے تو حق اس کا ہے اور دوسرا اس کا حق ساقط نہیں کرسکتا۔

نوع دوم دوبارہ پڑھیں تو نفل ہوگی اور یہ نماز بطور نفل جائز نہیں (۱۱) ہدایہ (۱۲) کافی شرح وافی للامام الاجل ابی البرکات النسفی (۱۳) تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق للامام الزیلعی (۱۴) جوہرہ نیرہ شرح مختصر القدوری (۱۵) درر شرح غرر (۱۶) بحرالرائق شرح الکنز للعلامۃ زین (۱۷) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر (۱۸)

مستخلص الحقائق شرح کنز (۱۹) کبیری علی المنیہ میں ہے

الفرض یتادی بالاول والتنفل بها غیر مشروع (زاد فی التبیین) ولهذا لا یصلی علیه من صلی علیه مرة۔

فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو جاتا ہے اور یہ نماز نفل طور پر جائز نہیں اس لئے جو ایک بار پڑھ چکا دوبارہ نہ پڑھے۔

کافی کے الفاظ یہ ہیں۔

حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلوٰۃ الاولیٰ فلو فعله الفریق الثانی لکان نفلا وذا غیر مشروع کمن صلی علیه مرة

میت کا حق پہلے فریق نے ادا کر دیا اور فرض کفایہ نماز اول سے ساقط ہو گیا اب اور لوگ پڑھیں تو نماز نفل ہو گی اور یہ جائز نہیں جیسے ایک بار پڑھ چکنے والے کو دوبارہ کی اجازت نہیں

(۲۰) شرح تجرید امام کرمانی (۲۱) فتاویٰ ہندیہ (۲۲) مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی میں ہے

التنفل بصلوٰۃ الجنازۃ غیر مشروع

نماز جنازہ بطور نفل جائز نہیں۔

(۲۳) امام محمد محمد بن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں المذہب عند اصحابنا ان التنفل بها غیر مشروع ہمارے اماموں کا مذہب یہ کہ نماز جنازہ نفلاً روا نہیں

(۲۴) بحر العلوم ملک العلماء رسائل الارکان میں فرماتے ہیں

لو صلوا لزم التنفل بها غیر الجنازۃ وذا غیر جائز۔

پھر پڑھیں تو نماز جنازہ بطور نفل پڑھنی لازم آئے گی اور یہ ناجائز ہے۔

ردالمحتار کی عبارت نوع ششم میں آئے گی۔ نوع سوم یہاں تک کہ اگر سب مقتدی بے طہارت یا سب کے کپڑے نجس تھے یا نجس جگہ کھڑے تھے یا عورت امام اور

مرد مقتدی تھے۔ غرض کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی اب اعادہ نہیں کر سکتے کہ اکیلے امام سے فرض ساقط ہو گیا ہاں اگر قوم میں کوئی وجہ بطلان نہ تھی تو پھر پڑھی جائے گی کہ جب امام کی صحیح نہ ہوئی (۲۵)
نہ ہوئی (۲۵) خلاصہ (۲۶) بزازیہ (۲۷) محیط (۲۸) بدائع امام ملک العلما ابوبکر مسعود کاشانی (۲۹) شامل للامام البیہقی (۳۰) تجرید للامام ابی الفضل (۳۱) مفتاح (۳۲) جواہر اخلاطی (۳۳) قنیہ (۳۴) مجتبےٰ (۳۵) شرح التنویر للعلائی (۳۶) اسمٰعیل مفتی دمشق تلمیذ صاحب درمختار (۳۷) ردالمحتار (۳۸) ہندیہ (۳۹) بحر (۴۰) حلیہ (۴۱) رحمانیہ میں ہے

بعضھم یزید علی بعض والنظم للدرم بلا طھارۃ والقوم بھا اعیدت وبعکسہ لا کما لوامت امراۃ ولوامتہ لسقوط فرضھا بواحد

امام طہارت سے نہ تھا اور مقتدی طہارت پر تو نماز پھیری جائے اور عکس میں نہیں جیسے جبکہ عورت امام ہو اگرچہ کنیز ہو کہ فرض ایک کے پڑھ لینے سے ساقط ہو گیا۔

محیط بحرالرائق کے لفظ یہ ہیں

لو کان الامام علی طھارۃ والقوم غیرھا تعاد لان صلاۃ الامام صحت فلو اعادوا تتکرر الصلوٰۃ وانہ لا یجوز۔

امام طہارت پر ہو اور مقتدی بے طہارت تو نماز پھیری نہ جائے کہ امام کی نماز صحیح ہو گئی اب اگر پھیری تو نماز جنازہ دوبارہ ہو گی اور یہ ناجائز ہے۔

شامل بیہقی کے الفاظ یہ ہیں

وان کان القوم غیر طاھر لا تعاد

اگر مقتدی بے طہارت ہوں نماز نہ پھیریں

لان الاعادۃ لاتجوزنا۔ کہ یہ نماز دوبارہ جائز نہیں۔

نوع چہارم جب ولی خود یا اس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھادے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تواب کسی کو نماز جنازہ کی اجازت نہیں (۴۲) کنز الدقائق (۴۳) وانی للامام اجل ابی البرکات النسفی (۴۴) وقایہ (۴۵) نقایہ للامام صدر الشریعۃ (۴۶) غرر، للعلامۃ مولی خسرو (۴۷) تنویر الابصار وجامع البحار، شیخ الاسلام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الغزی (۴۸) ملتقی الابحر (۴۹) اصلاح، للعلامۃ ابن کمال پاشا (۵۰) فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق (۵۱) منیہ ابن امیر الحاج (۵۲) شرح نور الایضاح للمصنف میں ہے واللفظ للعلامۃ ابراھیم الحلبی

لایصلی غیر الولی بعد صلاۃ — ولی کے بعد کوئی شخص نماز جنازہ نہ پڑھے

امام ابن الھمام کے الفاظ یہ ہیں

ان صلی الولی وان کان وحدہ لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ — ولی اگرچہ تنہا نماز پڑھ لے اس کے بعد کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔

یوں ہی مراقی الفلاح میں فرمایا

لایصلی احد علیھم بعدہ وان صلے وحدہ ولی۔ — ولی اکیلا ہی پڑھ چکا جب بھی اس کے بعد کوئی نہ پڑھے۔

حلیہ کی عبارت یہ ہے

قال علمائنا اذا صلے علی المیت من لہ ولایۃ ذالک لاتشرع الصلوۃ علیہ الثانیۃ بغیرہ — ہمارے علماء نے فرمایا جب میت پر صاحب حق نماز پڑھ لے پھر کسی کو اس پر نماز مشروع نہیں

(۵۳) مختصر قدوری (۵۴) ہدایہ للامام الاجل ابی الحسن علی بن عبد الجلیل الفرغانی

(۵۵) نافع متن مستصفےٰ للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی (۵۶) ...
الکنز للعلامۃ ابن نجیم (۵۷) شرح الملتقی للعلامۃ شیخی زادہ (۵۸) شرح النقا...
للقہستانی (۵۹) ابراہیم الحلبی علی المنیہ (۶۰) شرح سکین للکنز (۶۱) برجندی شرح نقا...

ان صلی علیہ الولی لم یجز لان — اگر جنازے پر ولی نماز پڑھ لے تو اب کس...
ان یصلی بعدہ۔ — کو پڑھنی جائز نہیں۔

غنیہ کے الفاظ یہ ہیں عدم جواز صلاۃ غیر الولی بعدہ مذھبنا ولی کے
بعد سب کو نماز ناجائز ہونا ہمارا مذہب ہے (۶۲) مستصفےٰ للامام النسفی (۶۳) شر...
علی الکنز میں ہے

لولم یحضر السلطان وصلے الولی — اگر سلطان حاضر نہ ہو اور ولی پڑھ لے
لیس لاحد الاعادۃ — اب کوئی اعادہ نہیں کر سکتا۔

نوع پنجم کچھ ولی کی خصوصیت نہیں حاکم اسلام یا امام مسجد جامع یا امام مسجد
محلہ میّت کے بعد بھی پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحب حق ہیں (۶۴)
امام فخر الدین عثمان نے شرح کنز میں بعد مسئلہ ولی فرمایا

وکذا بعد امام الحی وبعد کل من — یونہی اگر مسجد محلہ میّت کا امام یا سلطان حاکم
یتقدم علی الولی — اسلام وغیرہ نماز جنازہ پڑھ لیں تو پھر اوروں
کو نماز کی اجازت نہیں۔

(۶۵) فاتح شرح قدوری (۶۶) ذخیرۃ العقبیٰ علی صدر الشریعۃ (۶۷) حواشی سید حموی
میں ہے۔

تخصیص الولی لیس بقید لانہ لوصلی — کچھ ولی کی خصوصیت نہیں بلکہ سلطان وغیرہ

سلطان او غیرہ ممن ہو اولی من ولی لیس لاحد ان یصلی بعدہ — جو ولی سے اولیٰ ہیں ان کے بعد بھی کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔

(۶۸) فتح القدیر (۶۹) فتح المعین میں ہے۔

اذا منعت الاعادۃ بصلاۃ الولی فبصلاۃ من ہو مقدم علی الولی اولی — جب ولی کے بعد دوسرے کو اجازت نہیں تو سلطان وغیرہ کہ اس سے بھی مقدم ہیں انکے بعد اجازت نہ ہونا بدرجہا اولیٰ۔

(۷۰) قہستانی علی مختصر الوقایہ میں ہے لا یجوز ان یصلی غیرالاحق بعد صلاۃ الولی والاحق ولی وغیرہ جو اس نماز میں صاحب حق ہیں ان میں کسی کے پڑھنے کے بعد غیر کو پڑھنا جائز نہیں حلبہ کی عبارت نوع چہارم میں گزری نوع ششم ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے لئے اعادہ کر سکتے ہیں۔ اس حال میں بھی جو پہلے پڑھ چکا ان کی نماز میں شریک نہیں ہو سکتا (۷۱) نور الایضاح (۷۲) درمختار (۷۳) بحر الرائق (۷۴) قنیہ (۷۵) شرح مختصر الوقایہ للعلامۃ عبد العلی (۷۶) شرح الملتقی للعلامۃ عبد الرحمٰن الرومی (۷۷) غنیہ ذوی الاحکام للعلامۃ الشرنبلالی (۷۸) شرح منظومہ ابن وہبان للعلامۃ ابن الشحنہ (۷۹) خادمی علی الدرر میں ہے واللفظ لہ

لیس لمن یصلی اولا ان یعید مع الولی — جو ایکبار پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہیں کر سکتا

(۸۰) فتح القدیر میں ہے ولذا قلنا یشرع لمن صلی مرۃ التکریر اسی لئے ہمارا مذہب ہے کہ جو ایکبار پڑھ چکا اسے پھر پڑھنا جائز نہیں (۸۱) شامی علی الدر میں ہے لان اعادتہ تکون نفلا من کل وجہ بخلاف الولی لانہ صاحب الحق۔ اس لئے کہ اس کا

اعادہ ہر طرح نفل ہی ہوگا اور یہ جائز نہیں بخلاف ولی کہ صاحب حق ہے۔ نوع ہفت
جب ولی نے دوسرے کو اذن دیدیا اگرچہ آپ شریک نماز نہ ہوا یا کوئی اجنبی
بے اذن ولی خود ہی پڑھ گیا مگر ولی شریک نماز ہو گیا تو ان صورتوں میں ولی
بھی اعادہ نہیں کر سکتا (۸۲) جوہرہ میں ہے ان اذن الولی لغیرہ فصلی
لا یجوز لہ الاعادۃ اگر ولی کے اذن سے دوسرے نے پڑھ لی تو اب ولی
بھی اعادہ جائز نہیں (۸۳) بحر میں ہے اذن لغیرہ بالصلاۃ لاحق لہ
فی الاعادۃ ولی جب دوسرے کو نماز کا اذن دیدے اب اسے اعادہ کا حق
نہیں (۸۴) فتاوٰی امام قاضی خان (۸۵) فتاوٰی ظہیریہ (۸۶) فتاوٰی
ولوالجیہ (۸۷) واقعات (۸۸) تجنیس للامام صاحب ہدایہ (۸۹) فتاوٰی
عتابیہ (۹۰) فتاوٰی خلاصہ (۹۱) عنایہ شرح ہدایہ (۹۲) نہایہ اول شروح ہدایہ
(۹۳) منبع (۹۴) عبدالحلیم الرومی علی الدرر (۹۵) شلبی علی زیلعی الکنز (۹۶)
حلیہ (۹۷) برجندی (۹۸) بحر (۹۹) رحمانیہ (۱۰۰) شرح علائی (۱۰۱) ہندیہ میں

واللفظ للعنایۃ عن الولوالجی وللشلبی عن النہایۃ عن الولوا والظہیریۃ والتجنیس وللبحر عنہم وعن الواقعات رجل صلی علی جنازۃ والولی خلفہ ولم یرض بہ ان تابعہ وصلی معہ لا یعید لانہ صلی مرۃ۔

ایک شخص نے نماز پڑھا
اور ولی راضی نہ تھا لیکن
شریک ہو گیا تو اب اعادہ
نہ کرے گا کہ ایک بار
پڑھ چکا۔

نوع هشتم یونہی اگر سلطان وغیرہ ذی حق کہ ولی سے مقدم ہیں پڑھ لیں یا خود نہ پڑھیں ان کے اذن سے کوئی پڑھ دے جب بھی ولی کو اختیار اعادہ نہیں (۲۰ تا ۱۱۹) ۸۴ سے ۱۰۱ تک تمام کتب مذکورہ (۱۲۰) فتح القدیر (۱۲۱) فتح المعین میں ہے

اما من ذکرنا لفظهم انفا	اگر امیر المومنین یا سلطان اسلام
فبالفاظ متفقة فالباقون بمعانی	یا قاضی یا والی شہر یا امام مسجد محلہ
متقاربة وهذا لفظ الخانیة ان	میت نے نماز پڑھ لی تو ہمارے ائمہ
کان المصلی سلطانا او الامام	سے ظاہر الروایۃ میں ولی کو بھی اعادہ کا
الاعظم او القاضی او والی مصر	اختیار نہیں کہ یہ لوگ اس نماز کے حق
او امام حیه لیس للولی ان یعید	میں ولی سے مقدم ہیں۔
فی ظاهر الروایة زاد الذین سقناً	
لفظهم لانهم اولی بالصلاة منه	

(۱۲۲) غنیہ (۱۲۳) حلیہ (۱۲۴) بحر (۱۲۵) طحطاوی علی مراقی الفلاح سب کے باب تیمم میں ہے

لو صلی من له حق التقدم کا	سلطان وغیرہ جو ولی پر مقدم ہیں انکے
لسلطان ونحوه لا یکون له	پڑھ لینے کے بعد ولی کو حق اعادہ
حق بالاعادة	نہیں۔

کفایہ و مستخلص کی عبارت نوع دہم میں آتی ہے امام عتابی نے مثل عبارت مذکورہ خانیہ ذکر کیا اور ان کی گنتی میں جو ولی پر مقدم ہیں امام مسجد جامع کو بھی بڑھایا

اور درایہ پھر نہر پھر در مختار اور جوامع الفقہ اور پھر فتح پھر شرنبلالیہ میں تصریح فرمائی کہ امام جامع امام محلہ پر مقدم (۱۲۶) درایہ شرح ہدایہ (۱۲۷) شلبیہ علی الکنز میں ہے ولو صلی امام المسجد الجامع لا اتحاد مسجد جامع کا امام پڑھ لے تو پھر اعادہ نہیں (۱۲۸) مجمع البحار (۱۲۹) شرح مجمع (۱۳۰) بحر (۱۳۱) ردالمحتار میں ہے امام الحی کالسطان فی عدم اعادۃ الولی امام محلہ بھی اس امر میں مثل سلطان ہے کہ اس کے بعد ولی کو اعادہ جائز نہیں۔ تنبیہ امام عتابی نے ولی پر تقدیم امام میں یہ شرط لگائی کہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی ہی اولی ہے یہ شرط شرنبلالیہ میں معراج الدرایہ اور در مختار میں مجتبیٰ و شرح المجمع المصنفہ سے نقل فرمائی حلیہ میں اسے عتابی سے بحوالہ شرح مجمع اور امام بقالی سے بحوالہ مجتبیٰ نقل کرکے فرمایا وھو احسن یہ کلام عمدہ ہے اسی طرح بحرالرائق میں فرمایا (۱۳۲) خانیہ (۱۳۳) وجیز کردری (۱۳۴) عالمگیریہ (۱۳۵) خزانۃ المفتین میں ہے

(واللفظ للوجیزمات فی غیر بلدہ فصلی علیہ غیر اھلہ ثم حملہ اھلہ الی المنزلۃ ان کانت الصلاۃ الاولی باذن الوالی او القاضی لا اتعاد	غیر شہر میں مرا لوگوں نے نماز پڑھ لی پھر اس کے اقارب اسے اس کے وطن میں لے آئے اگر پہلی نماز حاکم اسلام یا قاضی کے اذن سے ہوئی تھی تو اب اقارب اعادہ نہ کریں۔

نوع نہم اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان و حکام کہ اس سے اولی ہیں بعد کو آئے اب وہ بھی بالاتفاق اعادہ نہیں کرسکتے ہاں اگر وہ موجود تھے اور ان کے بے اذن ولی

نے پڑھ لی اور سلطان نہ ہوئے تو ایک جماعت علماء کے نزدیک انھیں اختیار اعادہ ہے۔

وھو محمل مافی الدر عن المجتبیٰ وفی النھایۃ والجوھرۃ ثم الھندیۃ والطحطاوی وفی العنایۃ والبرجندی عن النھایۃ وفی الفاتح شرح القدوری وفی ابی سعید علی الدر عن المجتبیٰ وغیرہ	اور یہی محمل ہے مندرجہ ذیل کتب کی عبارات کا در میں مجتبیٰ سے نہایہ، جوہرہ، ہندیہ، طحطاوی، عنادیہ اور برجندی میں نہایہ سے اور فاتح شرح قدوری اور ابو سعید علی الدر عن المجتبےٰ وغیرہ سے۔

اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اب بھی سلطان وغیرہ کسی کو اختیار اعادہ نہیں معراج الدرایہ میں اسی کی تائید کی ردالمحتار میں اسی کو ترجیح دی اور یہی ظاہر اطلاق اور ظاہرا من حیث الدلیل اقوی ہے تو حاصل یہ ٹھہرا کہ سلطان نے پڑھ لی تو ولی نہیں پڑھ سکتا ولی نے پڑھ لی تو سلطان نہیں پڑھ سکتا۔ غرض ہر طرح اعادہ وتکرار کا دروازہ بند فرماتے ہیں (۱۳۶) غایۃ البیان شرح الھدایۃ للعلامۃ الاتقانی میں ہے۔

ھذا علی سبیل العموم حتی لا تجوز الاعادۃ لا لسلطان ولا لغیرہ	ولی کے بعد کسی کو نماز کی اجازت نہ ہونے کا حکم عام ہے یہانتک کہ پھر سلطان وغیرہ کسی کو اعادہ جائز نہیں۔

(۱۳۷) صغیری میں ہے ان صلی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ من السلطان فمن دونہ ولی پڑھ لے تو پھر کسی کو پڑھنے کا اختیار نہیں سلطان ہو یا اور کوئی

(۱۳۸) سراج وہاج شرح قدوری میں ہے من صلے الولی علیہ لم یجز ان صلی احد بعدہ سلطانا کان او غیرہ ولی کے بعد کسی کو جائز نہیں سلطان ہو یا اس کا غیر (۱۳۹) و (۱۴۰) ابو سعود میں نافع وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا

اطلق فی الغیر فعم السلطان فمفادہ عدم اعادۃ السلطان بعد صلوٰۃ الولی و بہ جزم فی السراج وغایۃ البیان والنافع	کنز میں امام ماتن نے غیر کو مطلق رکھا جو سلطان کو بھی شامل تو اس کا مفاد یہ ہے کہ ولی کے بعد سلطان بھی اعادہ نہ کرے اور اسی پر حدادی واتقانی ونافع نے جزم فرمایا۔

(۱۴۱) مستصفٰے للامام النسفی (۱۴۲) شلبی علی الکنز میں ہے

الحق الی الاولیاء حیث قال لیس لاحد بعدہ الاعادۃ بطریق العموم سلطانا او کان غیرہ	اصل حق ولی کا ہے ولہٰذا ماتن یعنی صاحب الفقہ النافع نے عام فرمایا کہ ولی کے بعد کسی کو اعادہ کا اختیار نہیں سلطان ہو یا کوئی

(۱۴۳ و ۱۴۴) ردالمحتار میں معراج الدرایہ وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا

اذا صلی الولی فھل لمن قبلہ کالسلطان حق الاعادۃ فی السراج والمستصفٰے لا ویدل علی ھذا القول الھدایۃ ان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ ونحوہ فی الکنز وغیرہ فقولہ لم یجز لاحد یشمل السلطان ونقل	کیا ولی کے بعد سلطان وغیرہ جو اس سے مقدم ہیں اعادہ کا حق رکھتے ہیں سراج و مستصفٰے میں منع فرمایا اور ہدایہ کا قول اس پر دلیل ہے کہ فرمایا ولی کے بعد کسی کو جائز نہیں اور یونہی کنز وغیرہ میں ہے کسی میں سلطان بھی آگیا اور معراج میں منافع سے سلطان کو منع اعادہ نقل کرکے اس کی تاکید فرمائی۔

فی المعراج عن المنافع[۱] فلیس السلطان
الاعادۃ ثم اید روایۃ المنافع اھ ملخصا

(۱۴۵) بحر الرائق میں ہے صلی الولی ثم جاء المقدم علیہ فلیس لہ الاعادۃ
ولی پڑھ چکا پھر سلطان وغیرہ دو لوگ آئے جو ولی پر مقدم ہیں انھیں اعادہ
کا اختیار نہیں۔

وبھذا حاول البحر التوفیق فحمل	بحر نے توفیق کی یہی راہ نکالی ہے چنانچہ انھوں
مافی النھایۃ والعنایۃ علی ما اذا	نے نہایہ اور عنایہ کی عبارت کا مقصد یہ لیا
تقدم الولی بحضرۃ السلطان	کہ جب ولی بادشاہ کے موجود ہوتے ہوئے اسکی

---

[۱] منافع، مستصفیٰ کا نام ہے، اِس کے مصنف امام ابو البرکات نسفی ہیں، یہ "نافع" کی شرح ہے جو امام ناصر الدین ابو القاسم مدنی سمرقندی کی تصنیف ہے، مصنفِ مستصفیٰ نے منظومہ نسفیہ کی شرح کے آخر میں کہا کہ جب میں "منافع" کو لکھوا کر فارغ ہوا تو میرے بعض احباب نے مجھسے درخواست کی کہ میں منظومہ کی بھی شرح کروں جو نکات پر مشتمل ہو، چنانچہ میں نے اسکی شرح کی اور اسکا نام مصفیٰ رکھا، اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مستصفی اور منافع دونوں ایک ہی کتاب کے نام ہیں جو نافع کی شرح ہے اور مصفیٰ ایک دوسری کتاب ہے جو منظومہ کی شرح ہے، وہ نہ تو مستصفیٰ ہے اور نہ اس کا اختصار ہے اور نہ ہی مستصفےٰ منظومہ کی شرح ہے، علامہ کاتبی سے یہاں کشف الظنون میں بھول واقع ہوگئی ہے مزید حیرت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے اس دعویٰ پر کہ مستصفےٰ منظومہ کی شرح ہے مصفیٰ اس کا اختصار ہے نسفی کے اس کلام سے استدلال کیا ہے، حالانکہ یہ عبارت ببانگِ دہل اس دعوے کی تردید کرتی ہے، پھر انھوں نے دوبارہ مستصفیٰ کا ذکر کیا اور اُسے نافع کی شرح بتاکر اسی کو صحیح قرار دیا اور ایک قیل ذکر کی کہ یہ بعینہٖ مصفیٰ ہے، لیکن یہ درست نہیں۔ واللہ اعلم۔ منہ

من دون اذنه ومافي السراج والمستصفى
على ما اذا تقدم وهم غيب ثم حضروا
ونازعه في النهر بان كلامهم متفقة
على ان لاحق للسلطان فمن
دونه قبل الولي الا عند حضورهم
فالخلاف انما هو اذا حضروا.
اقول كيفما كان الامر فالذي
يقول باعادة السلطان انما
يقول اذا حضر وتقدم الولي
بلا اذنه قال في الحلية في تصوير
هذا الخلاف صلى الولي والسلطان
او امام الحي او من بينهما حاضر
ولم يتابعه الخ وكذلك قيد في
النافع بقوله ان حضر في شرح
المستصفى انما قدم السلطان
بعارض ولهذا قال ان حضر اه
وفي المجتبى صلى الولي لم يجز ان
يصلي احد بعده هذا اذا لم يحضر
السلطان اما اذا حضر وصلى الولي

اجازت بغیر آگے بڑھ گیا ہو، اور سراج و
مستصفٰی کی عبارت کا مقصد یہ لیا کہ جبکہ بادشاہ
دوسرے لوگوں کی غیر موجودگی میں آگے بڑھ گیا لیکن
نہر میں اُسنے اختلاف کیا کہ فقہا متفقہ طور پر کہتے
ہیں کہ بادشاہ اور اسکے علاوہ دوسرے لوگوں کو ولی
سے قبل کوئی حق نہیں۔ ہاں اگر اولیار کی موجودگی
ہو تو ہے، تو اختلاف اولیار کی موجودگی کے وقت
ہے، میں کہتا ہوں معاملہ جو کچھ بھی ہو بہرحال جو
لوگ بادشاہ کیلئے نماز جنازہ کے اعادہ کا قول
کرتے ہیں وہ اس صورت میں جبکہ ولی اسکی اجازت
کے بغیر آگے بڑھ گیا ہو۔ حلیہ میں اس اختلاف کی
وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ ولی یا بادشاہ قبیلہ کا امام
یا جو ان دونوں کے درمیان ہو موجود ہو اور اسکی
متابعت نہ کرے الخ اور اسی طرح نافع میں یہ قید
لگائی "کہ اگر وہ حاضر ہو" مستصفٰی کی شرح میں
کہا کہ سلطان کو ایک عارض کی وجہ سے مقدم کیا
اسلئے کہا "اگر وہ موجود ہو" اور مجتبیٰ میں ہے
ولی کے نماز پڑھ لینے کے بعد کسی کو نماز پڑھنا
جائز نہیں یہ جب ہے جبکہ بادشاہ موجود نہ ہو،

يعيد السلطان اه ومثله في الفتح
وفي الدر لو صلى الولي بحضرة
السلطان اه وفي المعراج والحادي
عن المجتبى للسلطان الاعادة
اذا صلى الولي بحضرته اه وفي
طحطاوي على المراقي صلى ولي
واذن السلطان ان يصلي عليه
فله ذلك جوهرة يعني اذا كان
حاضرا وقت الصلوة ولم يصل
مع الولي ولم ياذن لاتفاق كلمتهم
ان لاحق للسلطان عند عدم
حضوره منه اه فظهر سقوط
ما وقع لعبد الحليم على الدرر
من قوله ان السلطان اذا لم
يحضر فصلى من دونه فحضر
السلطان يعيدها ان شاء اه
فليتنبه وبالله التوفيق۔

لیکن جب بادشاہ موجود ہو اور ولی نماز پڑھ لے
تو بادشاہ اعادہ کریگا اھ اسی طرح فاتح اور دُر
میں ہے کہ "اگر ولی نے بادشاہ کی موجودگی میں
نماز پڑھی" معراج اور حادی میں مجتبے سے ہے
"کہ اگر بادشاہ کی موجودگی میں ولی نے نماز
پڑھی تو بادشاہ اعادہ کر سکتا ہے اور طحطاوی
علی مراقی میں ہے کہ ولی نے اگر بادشاہ کی اجازت
سے نماز پڑھ لی تو یہ درست ہے، جوہرہ، یعنی جبکہ
بادشاہ نماز کے وقت موجود ہو اور ولی کے ساتھ نہ
پڑھے، اور اجازت بھی نہ دے، کیونکہ تمام فقہا
اس پر متفق ہیں کہ بادشاہ کو جنازہ کے پاس موجود نہ
ہونیکی صورت میں کچھ حق نہیں ہے، اس سے معلوم
ہوا کہ عبد الحلیم نے درر پر جو کہا ہے، وہ غلط ہے،
انکا قول یہ ہے کہ جب سلطان نہ ہو اور دوسرے
نماز جنازہ پڑھ لیں پھر وہ آئے تو اگر چاہے تو
اعادہ کر سکتا ہے، اس پر غور کرنا چاہیے اور
اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

نوع دھم حد یہ کہ جنازہ ہو اور بے وضو کو وضو کرنے یا جنب یا حیض یا نفاس سے
فارغ ہونے والی کو نہانے میں فوت نماز کا اندیشہ ہو تو شرع نے اجازت فرمائی کہ تیمم کر کے

شریک ہو جائے کہ ہو چکی تو پھر نہ پڑھ سکے گا نماز عید و لہذا سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں جب وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے بلکہ اگر ولی نے دوسرے کو اجازت امامت دیدی تو بھی ولی تیمم کر سکیگا کہ اجازت دیکر اختیار اعادہ نہ رہا۔ یوں ہی اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا گیا کہ دوسرا آگیا اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اُسی تیمم سے دوسرا اور تیسرا جہاں تک ہوں پڑھ سکتے ہیں (۱۴۶) کنز (۱۴۷) تنویر (۱۴۸) ملتقی (۱۴۹) نور الایضاح (۱۵۰) محیط میں ہے (صح لخوف فوت الجنازۃ اندیشہ فوت جنازہ کے لئے تیمم جائز ہے (۱۵۱) مختصر قدوری (۱۵۲) ہدایہ (۱۵۳) وقایہ (۱۵۴) نقایہ (۱۵۵) اصلاح (۱۵۶) دانی (۱۵۷) غرر (۱۵۸) منیہ میں ہے واللفظ للاصلاح والوقایۃ

هو لمحدث وجنب وحائض ونفساء عجز و اعن الماء لخوف فوت صلوٰۃ الجنازۃ لغیر الولی ؕ ومثلہ فی الغرر غیر انہ قال لغیر الولی

مرد یا عورت جسے وضو یا غسل کی حاجت ہو اور اس میں نماز کے فوت ہو جانے کا خوف کریں اُن کو تیمم جائز ہے سوا اس کے جو اس نماز کا احق ہو۔

کہ اُسے خوف فوت نہیں مختصر وقایہ کے لفظ یہ ہیں ما یفوت لا الی خلف کصلوٰۃ الجنازۃ لغیر الولی جواز تیمم کے عذروں سے ہے ایسے واجب کا فوت جس کا بدل نہ ہو سکے جیسے غیر ولی کے لئے نماز جنازہ (۱۵۹) امام حاکم شہید (۱۶۰) فتاوی عیاثیہ میں ہے لا یجوز التیمم لمن ینتظرہ الناس فلو لم ینتظروہ

اجزاء جس کا انتظار ہوگا یعنی ولی اولی اسے تیمم جائز نہیں اور جس کا انتظار نہ ہوگا یعنی غیر اولی اسے تیمم جائز ہے (۱۶۱) طحطاوی علی الدر میں ہے یعتبر الخوف بغلبۃ الظن خوف فوت میں غالب گمان کا اعتبار ہے (۱۶۲) امام اجل طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں قد رخص فی التیمم فی الامصار خوف فوت الصلاۃ علی الجنازۃ وفی صلاۃ العیدین لان ذالک اذا فات لم یقض نمازِ جنازہ یا عید فوت ہوجانے کے خوف سے پانی ہوتے ہوئے تیمم کی اجازت ہے اس لئے کہ ان دونوں نمازوں کی قضا نہیں (۱۶۳) ہدایہ (۱۶۴) مجمع الانہر میں ہے لانہ لا تقضی فیتحقق العجز اس لئے کہ نماز جنازہ کی قضا نہیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا (۱۶۵) حلیہ (۱۶۶) برجندی (۱۶۷) مراقی الفلاح (۱۶۸) فتاوےٰ خیریہ میں ہے انہا تفوت بلاخلف (زاد البرجندی) بالنسبۃ الی غیر الولی۔ نماز جنازہ ہوچکے تو غیر ولی کے لئے اس کا بدل نہیں (۱۶۹) کافی میں دونوں لفظ جمع فرمائے کہ صلاۃ الجنازۃ والعید تفوتان لا الی بدل لانہما لاتقضیان فیتحقق العجز نماز جنازہ اور عید فوت ہوجائیں تو ان کا بدل نہیں کہ وہ قضا نہیں کی جاتیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا (۱۷۰) عنایہ میں ہے کل مایفوت لا الی بدل جاز اداؤہ بالتیمم مع وجود الماء وصلاۃ الجنازۃ عندنا کذالک لانہا لا تعاد ہر واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے ہوئے اسے تیمم سے ادا کرسکتے ہیں اور نماز جنازہ ہمارے نزدیک ایسی ہی ہے کہ وہ دوبارہ نہیں ہوسکتی (۱۷۱) تبیین (۱۷۲) ارکان میں ہے صلاۃ الجنازۃ تفوت لا الی خلف فصار الماء معدوما بالنسبۃ الیہا نماز جنازہ کا بدل نہیں تو اس کے لئے پانی معدوم ٹھہرا (۱۷۳) ظہیریہ (۱۷۴) علمگیریہ

(۱۷۵) سراجیہ (۱۷۶) شرح نورالایضاح (۱۷۷) درمختار (۱۷۸) رحمانیہ میں ہے ولفظہم للذا ولو جنبا او حائضا اس کے لئے جنب وحائض کو بھی تیمم روا اور یہ مسئلہ وقایہ واصلاح وغرر سے واضح تر گزرا (۱۷۹) بحر (۱۸۰) ہندیہ (۱۸۱) طحطاوی المراقی (۱۸۲) حلیہ (۱۸۳) غنیہ میں ہے واللفظ للبحر یجوز التیمم للولی اذا کان من ھو مقدم علیہ حاضرا اتفاقا لانہ یخاف الفوت سلطان وحکام کہ ولی سے مقدم ہیں وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے کہ اب اُسے بھی خوف فوت ہو سکتا ہے (۱۸۴) جوہرہ (۱۸۵) جوہرہ (۱۸۶) علمگیریہ میں ہے واللفظ لھذین یجوز للولی اذا اذن لغیرہ بالصلوٰۃ ولا یجوز لمن امرہ الولی کذا فی الخلاصۃ ولی دوسرے کو اذن نماز دیدے جب بھی اُسے تیمم روا ہے (کہ اب اسے خوف فوت ہوگیا) اور جسے ولی نے اذن دیدیا اب اسے تیمم جائز نہیں جیساکہ خلاصہ میں تصریح فرمائی (کہ اب اسے خوف نہیں نہیں) (۱۸۷) فتاوی کبری (۱۸۸) فتاوی قاضی خاں (۱۸۹) خزانۃ المفتین (۱۹۰) جامع المضمرات شرح قدوری (۱۹۱) فتاوئے ہندیہ (۱۹۲) فتح القدیر (۱۹۳) جواہر اخلاطی (۱۹۴) شرح تنویر میں ہے۔

تیمم فی المصر وصلے علے جنازۃ ثم اتی باخری فان کان بینھما ملاۃ یقدر علی الوضوء (قال فی الدر ثم زال تمکنہ) یعید التیمم وان لم یقدر صلی بذلک

پانی ہوتے ہوئے بخوف فوت تیمم سے نماز جنازہ پڑھی اب دوسرا جنازہ آیا اگر بیچ میں اتنی مہلت پائی تھی کہ وضو کرلیتا اور نہ کیا اور اب وضو کرنے تو یہ دوسرا جنازہ فوت ہو تو اس صورت میں دوبارہ تیمم کرے

التیمم اھ قال فی الدرایہ یفتیٰ قال فی المضمرات والجواھر ولبدلہ علیہ الفتویٰ۔

اور مہلت نہ پائی تھی تو اسی پہلے تیمم سے یہ بھی پڑھ لے اسی پر فتویٰ ہے۔

(۱۹۵) برہان شرح مواہب الرحمن (۱۹۶) شرح نظم الکنز للعلامۃ القدسی (۱۹۷) حاشیہ علامہ نوح افندی (۱۹۸) حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے۔

مجرد الکراھۃ لا یقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانھا لیست اقوی من فوات الجمعۃ والوقتیۃ مع عدم جوازہ لھما۔

یعنی صرف کراہت کے سبب تیمم کی اجازت نہیں کہ جمعہ یا پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں یہ اس سے زیادہ تو نہ ہوگی بلکہ اجازت اس لئے ہے کہ جنازہ فوت ہو تو بدل ناممکن ہے۔

تنبیہ ماذکرنا من عدم جوازہ اولی لنسبوہ لروایۃ الحسن عن الامام الاعظم وعزاہ فی الجوھرۃ والھندیۃ صححہ فی الھدایہ والخانیۃ والکافی والتبیین وکذا نقل تصحیحہ فی الجوھرۃ والھندیۃ والمستخلص والمراقی وعلیہ مشی فی الخلاصۃ والنھایۃ والمنیۃ والھندیۃ والکافی والدّ

تنبیہ۔ ہمنے جو اسکا عدم جواز ذکر کیا یہ اولیٰ ہے، اسے فقہاء نے حسن کی روایت کی طرف منسوب کیا ہے جو انھوں نے امام اعظم سے کی ہے، اور جوہرہ میں اس کو فوائد کی طرف منسوب کیا ہے، اور ہدایہ خانیہ کافی تبیین میں اسکو صحیح کہا، اسی طرح اسکی تصحیح جوہرہ ہندیہ مستخلص اور مراقی میں کی ہے، اور اسی پر خلاصہ میں چلے ہیں، اور نہایہ، منیہ، ہندیہ، کافی، درر، مجتبیٰ اور جامع رموز میں بھی یہی ہے۔

والمجتبیٰ وجامع الرموز وقال
الصدر الشهيد به نأخذ كما
في الخلاصة وكذا صححه الامام
شمس الائمة الحلواني كما في الغياثية
عن منتقى الشهيد وفي الغنية عن
الذخيرة اقول فما وقع في ابن
كمال باشا من نسبة تصحيح
ولي الشمس الائمة وتبعه عبد الحليم
على الدرر والشامي على الدر
فكانه سبق نظر قالوا وفي ظاهر
الرواية يجوز للولي ايضاً لان
الانتظار فيها مكروه وجوابه
ما نقلنا آنفاً عن البرهان فما بعده
وعزاه في الخلاصة للاصل والفتاوىٰ
الصغرىٰ وعليه مشى في الظهيرية وخزانة
المفتين وصححه في جواهر الاخلاطي
وعزا تصحيحه في عبد الحليم لخواهر
زاده وفي الرحمانية لحاشية
شيخ الاسلام عن النصاب

صدر شہید نے کہا اسی کو ہم اختیار کرتے
ہیں جیسا کہ خلاصہ میں ہے، امام شمس الائمۃ
حلوانی نے بھی یہی اختیار کیا، جیسا کہ غیاثیہ
میں منتقی الشہید سے ہے، اور غنیہ میں ذخیرہ
سے ہے اور میں کہتا ہوں کہ ابن کمال پاشا
میں جو اس کے خلاف کی تصحیح شمس الائمۃ
نے اور ان کی اتباع میں عبد الحلیم نے
درر پر اور شامی نے درر پر، تو وہ سبقت
نظر کی وجہ سے ہوا ہے۔ فقہا نے ظاہر روایت
میں کہا کہ ولی کیلئے بھی جائز ہے، کیونکہ اس
میں انتظار مکروہ ہے اور اس کا جواب
ہم نے ابھی برہان سے نقل کیا ہے اور
اسکے بعد والی عبارت میں بھی، خلاصہ میں
اس کو اصل اور فتاویٰ صغریٰ کی طرف منسوب
کیا ہے اور اسی پر چلے ہیں۔ ظہیریہ میں اور
خزانۃ المفتین میں اور جواہر اخلاطی میں
اسکی تصحیح کی ہے، عبد الحلیم میں اس کی تصحیح
خواہر زادہ کی طرف منسوب کی ہے اور رحمانیہ
حاشیہ شیخ الاسلام میں نصاب سے اور

والغیاثیہ وفتاوی الغرائب والظہیریۃ
اقول لکن الذین رایت فی
الغیاثیہ ما قدمت الی ان قال
الحلوانی الصحیح روایۃ الحسن
وتفتی بھذا فلھا العتابیہ بجملہ
فناء قریشت فنوحدۃ **اقول** وقد
اسمعناک التنقیض علی استثناء
الولی عن المختصر والبدایۃ والوقایۃ
والنقایۃ والاصلاح والوافی
والغرر والھدایہ وقصر الاجازۃ
علی خوف الفوت عنھا وعن الطحاوی
والکنز والتنویر والملتقی ونور الایضاح
وھذا کلھا متون المذھب المعتمد
علیھا الموضوعۃ لنقل المذھب
فلا اقل من ان یکون ایضا ظاھر
الروایۃ وقد تظافرت علیہ
تصحیحات الجلۃ ولا یذھب
علیک مالہ من قوۃ الدلیل
فعلیہ یجب الاعتماد والتعویل

غیاثیہ سے اور فتاوی غرائب اور ظہیریہ سے۔
میں کہتا ہوں غیاثیہ میں جو کچھ میں نے
دیکھا وہ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حلوانی نے
حسن کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور اسی
پر فتوی دیا ہے۔ میں کہتا ہوں ہم ولی
کے استثناء پر اعتراض کو پہلے ہی آپ
کے سامنے پیش کر چکے ہیں، مختصر، ہدایہ،
وقایہ، نقایہ، اصلاح، وافی، غرر
اور ہدایہ سے، اور اجازت کا مقصود ہونا
جنازہ کے فوت ہونے کے خطرہ سے طحطاوی
کنز، تنویر، ملتقی اور نور الایضاح سے،
اور یہ سب کتابیں مذہب کے متون ہیں،
نقل مذہب میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے،
تو کم از کم یہ ظاہر روایات ہوں گے، پھر
ان کی تائید تصحیحات سے ہوتی ہے، اور
ظاہر ہے کہ جس چیز کی دلیل قوی ہو اس
پر اعتماد واجب ہے۔ اور حلیہ میں توفیق
کی طرف اس طرح اشارہ کیا کہ عدم
جواز اولی کے ساتھ اسوقت ہے جبکہ

وقد اشار فی الحلیة الی التوفیق بان عدم الجواز باولی اذا لم یحضر من هو اقدم منه والجواز اذا حضر والیه یومی کلام الغنیة والبحر اقول ولقد کان احسن لولا ان نص الاصل والصغری سواء کان مقتدیا او اماما ونص الظهیریة والخزانة لو کان اماما ونص الجواهر مقتدیا او اماما او من له حق الصلاۃ علیه نص النصاب یجوز التیمم للامام ومن له حق الصلاۃ فالصواب ابقاء الخلاف وتحقیق ان الحق هو هذا التفصیل واللہ سبحانه وتعالی اعلم۔

اس سے اقدم موجود نہ ہو اور جب موجود ہو تو جواز ہے اور غنیہ اور بحر کا کلام بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ ایک اچھی توفیق ہوتی اگر اصل اور صغری میں یہ صراحت نہ ہوتی کہ "مقتدی اور امام برابر ہیں" اور ظہیریہ اور خزانہ میں ہے اگرچہ امام ہو، جواہر میں ہے "مقتدی ہو یا امام یا وہ جس کو اس پر نماز پڑھانے کا حق ہو، نصاب میں ہے تیمم جائز ہے امام کو اور اسے جس کو نماز کا حق ہے، تو صحیح بات خلاف کا باقی رکھنا ہے اور تحقیقی طور پر حق بات اسی تفصیل میں ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالی اعلم

نوع یازدہم (۱۹۹) ہدایہ (۲۰۰) کافی (۲۰۱) تبیین (۲۰۲) فتح القدیر، (۲۰۳) غنیہ (۲۰۴) سراج (۱۰۵) امداد الفتاح (۲۰۶) مستخلص (۲۰۷) طحطاوی علی المراقی واللفظ للفتح

ترک الناس عن آخرهم الصلوۃ

تمام جہان کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ

على قبر النبي صلى الله عليه وسلم ولو كان مشروعا لما اعرض الخلق كلهم من العلماء والصالحين والراغبة في التقرب اليه صلى الله تعالى عليه وسلم بانواع الطرق عنه فهذا دليل ظاهر عليه فوجب اعتباره

تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی اگر یہ نماز بطور نفل جائز ہوتی تو مزار انور پر نماز سے تمام مسلمان اعراض نہ کرتے جن میں علماء اور صلحا اور وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تقرب حاصل کرنیکی رغبت رکھتے ہیں تو یہ نماز جنازہ کی تکرار ناجائز ہونیکی کھلی دلیل ہے جسکا اعتبار لازم

حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج وغنیہ وامداد سے یوں ہیں۔

والا يصلى على قبره الشريف الى يوم القيمة لبقائه صلى الله تعالى عليه وسلم كما دفن طريا بل هو حي يرزق ويتنعم بسائر الملاذ والعبادات وكذا سائر الانبياء عليهم الصلاة والسلام وقد اجتمعت الامة على تركها

اس نماز کی تکرار جائز ہوتی تو مزار اقدس پر قیامت تک نماز پڑھی جاتی کہ حضور ہمیشہ ویسے ہی تر و تازہ ہیں جیسے وقت دفن مبارک تھے بلکہ وہ زندہ روزی دئے جاتے ہیں اور تمام لذتوں اور عبادتوں کے ناز و نعم میں ہیں اور ایسے ہی باقی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء حالانکہ تمام امت نے اس نماز کے ترک پر اجماع کیا

النہی الحاجز میں چالیس کتابوں کی اکاون عبارتیں تھیں یہ پچاسی کتب متون و شروح و فتاویٰ کی دو سو سات عبارتیں ہیں۔ غرض صورت مذکورہ استفتاء کے سوا نماز جنازہ کی تکرار ناجائز و گناہ ہونے پر مذہب حنفی کا اجماع قطعی ہے اور اس کا خلاف مخالف مذہب حنفی ہے۔ بعض نام کے حنفی برائے جہالت یا مغالطہ عوام ان تمام

روشن و قاہر تصریحات مذہب کو چھوڑ کر یہاں دو کتب تاریخ تصنیف شافعیہ
سے سند لیتے ہیں اوّل تبییض الصحیفہ امام جلال الدین سیوطی شافعی میں ہے
کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ مبارک پر چھ دفعہ نماز ہوئی اور کثرت
اژدہام خلائق سے عصر تک ان کے دفن پر قدرت نہ پائی دوم سیر النبلاء شمس الدین
ذہبی شافعی میں ہے کہ شیخ تاج الدین ابوالیمن زید بن کندی حنفی نے ۶ ر شوال
۶۱۳ھ میں وفات پائی قاضی القضاۃ جمال الدین ابن الحرستانی نے نماز
پڑھائی پھر شیخ الحنفیہ جمال الدین حصیری نے باب الفرادیس میں پھر شیخ موفق الدین
شیخ الحنبلیہ نے پہاڑ میں یعنی جبل قاسیون کوہ دمشق میں اولاً جمیع کتب مذہب
کے صریح خلاف میں دو کتاب تاریخ پر اعتماد کیسی جہالت شدیدہ ہے ثانیاً دنیا
میں صرف حنفی مذہب کے لوگ نہیں خصوصاً پہلی صدیوں میں کہ خود مجتہدین بکثرت
تھے اور ہر ایک کے لئے اتباع تھے اس حکایت میں یہ کہاں ہے کہ حنفیہ نے ۶
بار پڑھی بلکہ ہجوم خلائق تھا ہر مسلک و مذہب کے لوگ جوق در جوق آتے تھے
غیر حنفیہ نے اگر سو بار پڑھی تو حنفی مذہب پر اس میں کیا حجت ہو سکتی ہے اللہ اکبر
امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وہ عظیم الشان جلیل البرہان امام ہیں کہ امام مستقل
مجتہد مطلق سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے جب اس امام الائمہ سراج الامہ
کے مزار پر انوار کے پاس نماز صبح پڑھائی بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی نہ رفع یدین کیا نہ
قنوت پڑھی کسی نے سبب پوچھا فرمایا ان صاحب قبر کے ادب سے کما فی الخیرات
الحسان للامام ابن حجر مکی الشافعی اور ایک روایت میں ہے مجھے حیا آئی کہ
اس امام جلیل کے سامنے اس کا خلاف کروں کما فی المسلک المتقسط للمولے

علی القاری سبحٰن اللہ مجتہد مستقل تو ادبِ انام سے حضور امام میں اتباع امام اختیار
اور خود حنفیہ خاص جنازۂ امام پر مخالف امام و ترک مذہب کرتے یہ کیونکر متصور
ہو سکتا ہے ثالثاً پہلی نمازیں غیر ولی نے پڑھیں تو ولی کو اختیار اعادہ تھا امام
کے ولی ان کے صاحبزادۂ جلیل حضرت سیدنا حماد بن ابی حنیفہ تھے جب انھوں نے
پڑھی پھر جنازہ مبارک پر کسی نے نہ پڑھی امام ابن حجر بن مکی الشافعی خیرات الحسان
میں فرماتے ہیں :-

ما فرغوا من غسله الا وقد اجتمع	ادھر امام ابو حنیفہ کے غسل سے فارغ ہوئے
من اهل البغداد خلق لا يحصيهم	تھے کہ ادھر بغداد کی اتنی خلقت جمع ہو گئی جس
الا الله تعالیٰ كانه نودی لهم	کا شمار خدا ہی جانتا ہے گویا کسی نے انتقال
بموته وحزر من صلى عليه فقيل	امام کی خبر پکار دی تھی نماز پڑھنے والوں کا
بلغوا خمسين الفا وقيل اكثروا	اندازہ کیا گیا تو کوئی کہتا ہے پچاس ہزار تھے
عيدت الصلوٰة عليه ستة مرات	اور کوئی کہتا ہے اس سے بھی زیادہ تھے ان پر
اخرها ابنه حماد -	۶ بار نماز ہوئی آخر مرتبہ صاحبزادۂ امام حضرت
	حماد نے پڑھی ۔

رابعاً یونہی واقعہ دوم میں کیا ثبوت ہے کہ پہلی نماز باذن ولی تھی بلکہ ظاہر یہی ہوتا
ہے کہ یہ نماز دوم ہی باذن ولی ہوئی کہ جنازہ ایک عالمِ حنفی کا تھا اور وہاں اسوقت
حنفیہ کے رئیس الرؤسا یہی امام جمال الدین محمود بن احمد حصیری تلمیذ خاص
امام جلیل قاضی خاں تھے جن کی تصانیف میں جا بجا تصریح ہے کہ نماز جنازہ
کی تکرار جائز نہیں، تیسری نماز والے حنبلی مذہب تھے حنبلیہ کے یہاں جواز ہے

جو ہم پر حجت نہیں بالجملہ علمار عقلار کا اتفاق ہے کہ واقعۃ عین لا عموم لہا خاص خاص واقعے محل ہر گونہ احتمال اُن سے استدلال محض خام خیال نہ کہ وہ بھی اجماع قطعی تمام ائمہ مذہب کے رد کرنے کو جسپر جرأت نہ کریگا مگر نہ اہل شدید الجہل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

جواب سوال دوم

مذہب مہذب حنفی میں جنازہ غائب پر بھی نماز محض ناجائز ہے ائمہ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر بھی اجماع ہے خاص اس کا جزئیہ بھی مصرح ہونے کے علاوہ تمام عبارات مسئلہ اولیٰ بھی اس سے متعلق کہ غالباً نماز ضرور ہوگی صلوٰۃ جنازہ لازم بلاد اسلام میں جہاں مسلمان انتقال کرے نماز ضرور ہوگی اور دوسری جگہ خبر کے بعد ہی پہنچیگی ولہذا امام اجل نسفی نے کافی میں اس مسئلہ کو اس کی فرع ٹھہرایا اگرچہ حقیقۃً دونوں مستقل مسئلے ہیں اب مسئلہ میں نصوص خاصہ لیجئے اور بنظر تعلق مذکورہ سلسلہ عبارات بھی وہی رکھئے (۲۰۸) فتح القدیر (۲۰۹) حلیہ (۲۱۰) غنیہ (۲۱۱) شلبیہ (۲۱۲) بحر الرائق (۲۱۳) ارکان میں ہے :۔

وشرط صحتها اسلام المیت	صحت نماز جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان
وطهارته ووضعه امام المصلے	ہو طاہر ہو جنازہ نمازی کے آگے رکھا ہوا ہی
فلهذا القید لا تجوز علے غائب	شرط کے سبب کسی غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں

حلیہ کے الفاظ یہ ہیں :۔

شرط صحتها کونه موضوعا امام المصلی	نماز جنازہ کی شرائط صحت سے جنازہ کا مصلی

من هنا قالوا لا تجوز الصلوٰة على غائب مطلقاً

کے آگے رکھا ہونا اسی لئے ہمارے علماء نے فرمایا کہ مطلقاً کسی غائب پر نماز جنازہ جائز نہیں

(٢١٤) متن تنویر الابصار میں ہے شرطها وضعه امام المصلی جنازہ کا نمازی کے ساتھ
حاضر ہونا شرط نماز جنازہ ہے (٢١٥) برہان شرح مواہب الرحمٰن طرابلسی (٢١٦) نہر الفائق
(٢١٧) شرنبلالیہ علی الدرر (٢١٨) خادمی (٢١٩) ہندیہ (٢٢٠) ابوالسعود (٢٢١)
در مختار میں ہے شرطها حضوره فلا تصح علی غائب جنازہ کا حاضر ہونا شرط
نماز ہے لہذا کسی غائب پر نماز جنازہ صحیح نہیں (٢٢٢) متن نور الایضاح ہے شرائطها
اسلام المیت وحضوره صحت نماز جنازہ کی شرطوں سے ہے میت کا مسلمان ہونا
اور نمازیوں کے سامنے حاضر ہونا (٢٢٣) متن ملتقی الابحر میں ہے لا یصلی علی عضو
ولا علی غائب میت کا کوئی عضو کسی جگہ ملے تو اس پر نماز جنازہ جائز نہیں نہ کسی
غائب پر نماز جائز ہے (١٢٤) شرح مجمع (٢٢٥) مجمع شرح ملتقی میں ہے

محل الخلاف الغائب عن البلد اذا لو کان فی البلد لم یجز ان یصلی علیه حتی یحضر عنده اتفاقا لعدم المشقة فی الحضور

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ میں ہم سے خلاف بھی اس صورت میں ہے کہ میت دوسرے شہر میں ہو اور اگر اسی شہر میں ہو تو نماز غائب امام شافعی کے نزدیک بھی جائز نہیں کہ اب حاضر ہونے میں مشقت نہیں۔

(٢٢٦) فتاوی خلاصہ میں ہے لا یصلی علی میت غائب عندنا ہمارے نزدیک
کسی میت غائب پر نماز نہ پڑھی جائے (٢٢٧) متن وافی میں ہے من استهل صلی اللہ

علیہ والا لا کغائب جو بچہ پیدا ہو کر کچھ آواز کرے جس سے اس کی حیات معلوم ہو پھر مر جائے اس پر نماز پڑھی جاوے ورنہ نہیں جیسے غائب کے جنازہ پر نماز نہیں (۲۲۸) کافی میں ہے:۔

لا یصلی علی غائب وعضو خلافا للشافعی بناء علی ان صلاۃ الجنازۃ تقادام لا۔	کسی غائب یا عضو پر ہمارے نزدیک نماز ناجائز ہے اور اس میں امام شافعی کا خلاف ہے اس بنا پر کہ نماز جنازہ ان کے نزدیک دوبارہ ہو سکتی ہے ہمارے نزدیک نہیں۔

(۲۲۹) فتاوی شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزلوی تمرتاشی میں ہے:۔

ان اباحنیفۃ لا یقول بجواز الصلوٰۃ علی الغائب۔	ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ جنازہ غائب پر نماز جائز نہیں مانتے۔

(۲۳۰) منظومۂ امام مفتی الثقلین میں ہے:۔ ؎

باب فتاوٰی الشافعی وحدہ — وما قال قلنا ضدہ

وھی علی الغائب والعضو تصح — وذاک فی حق الشہید قد طرح

صرف امام شافعی قائل ہیں کہ غائب اور عضو پر نماز صحیح ہے اور شہید کی نماز نہ ہو اور ان سب مسائل میں ہمارا مذہب اس کے خلاف ہے ہمارے نزدیک غائب وعضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نماز پڑھی جائے گی۔

یہ ۸۶ کتابوں کی ۲۳۰ عبارتیں ہیں وللہ الحمد مسئلہ اولیٰ پر بحث دلائل الحاجز میں بحمد اللہ تعالیٰ بر وجہ کافی ہو چکی یہاں بہت اختصار و اجمال کے ساتھ مسئلہ ثانیہ کے دلائل پر کلام کریں فنقول وباللہ التوفیق حکم شرع

مطہر کے لئے ہے اور اس پر زیادت نہ روا **اقول**

ای ما کان بدون اذنہ الخاص	جو اس کی خاص یا عام اجازت کے بغیر
او العام ولو فی الارسال السکوت	ہو، اگرچہ بھیجنے میں ہو اور خاموشی میں
فانہ بیان ولیس یسکت عن	کیونکہ یہ بیان ہے، اور بھول کر خاموشی
نسیان فھٰذہ ھی الزیادۃ حقیقۃ	نہیں ہوتی، یہی زیادتی ہے حقیقۃً،
لا غیر اذ المستند والوالی	کیونکہ مستند اور والی اس کی خاموشی کی
لسکوتہ مستند الیہ لا زائد	وجہ سے مستند الیہ ہے زائد علیہ نہیں" اور
علیہ والمتبع الکف دون الترک	متبع کف ہے نہ کہ ترک کیونکہ وہ بندہ کا
فانہ لیس بفعل العبد ولا	فعل نہیں اور نہ اس کی قدرت میں ہے۔
مقدور کما نص علیہ الجلۃ	جیسے اس پر جلہ صدور نے تصریح کی بلکہ
الصدور بل ھو فی العقل مدلل	یہ عقل میں آنے والی بات ہے کیونکہ اعدام
فان الاعدام لا تعلل فافھم	میں تعلیل نہیں ہوتی ہے اگر تم سمجھ سکتے ہو
ان کنت تفھم	تو اسے سمجھو۔

حضور پرنور سید عالم النسور بالمؤمنین رؤف الرحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو نماز جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا اگر کسی وقت رات کی اندھیری یا دوپہر کی گرمی یا حضور کے آرام فرما ہونے کے سبب صحابہ نے حضور کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے

لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم	ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلالیا کرو

ورواہ ابن ماجۃ عن عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے:۔

لا تفعلوا الا یموتن فیکم میت ما کنت بین اظہرکم الا اذنتمونی بہ فان صلاتی علیہ رحمۃ

ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فر[ما] ہوں ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلا[ع] مجھے نہ دو کہ اس پر میری نماز موجب رحمت ہے

رواہ الامام احمد عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ورواہ ابن حبان والحاکم عن یزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث اخر اسے امام احمد نے زید بن ثابت روایت کیا اور ابن حبان، اور حاکم نے یزید بن ثابت سے دوسری حدیث میں روایت کیا۔

اور فرماتے

ان ھذہ القبور مملوۃ علی اھلھا ظلمۃ وانی انورھا بصلاتی علیھم

بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے انھیں روشن فرما دیتا ہوں۔

صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیہ وعلیٰ آلہ قدر نورہ وجمالہ وجاھہ وجلالہ وجودہ ونوالہ ونعمہ وافضالہ رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بایں ہمہ حالانکہ زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازے کی نماز پڑھی کیا وہ محتاج رحمت والا نہ تھے کیا معاذ اللہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو ان پر یہ رحمت وشفقت نہ تھی کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پر نور کرنا نہ چاہتے ؟ کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انھیں کی قبور

تاج نور ہوتیں اور جگہ اسکی حاجت نہ تھی کیا ان کی باتیں بداہۃً باطل ہیں تو
ضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی
لیل روشن و واضح ہے کہ جنازۂ غائب پر نماز ممکن نہ تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی
کمال وفور موجود اور مانع مفقود لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے
مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی و مشروع
نہیں ہو سکتا دوسرے شہر کی میت پر صلاۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا
جاتا ہے واقعہ نجاشی و واقعہ معاویہ لیثی و واقعہ امرائے موتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
ان میں اول دوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
حاضر تھا تو نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر اور دوم و سوم کی سند صحیح نہیں اور
سوم صلاۃ بمعنے نماز میں صریح نہیں ان کی تفصیل بعونہ تعالیٰ ابھی آتی ہے اگر
فرض ہی کر لیجیے کہ ان تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس
اہتمام عظیم وموفور اور تمام اموات کی اس حاجت شدیدہ رحمت و نور قبور کے
صدہا پر کیوں نہ پڑھی وہ بھی محتاجِ حضور و حاجتمندِ رحمت و نور اور حضور ان پر بھی
رؤف و رحیم تھے۔ نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا
نہ تمام اموات کی اس حاجتِ شدیدہ کا علاج حالانکہ حریص علیکم ان کی شان
ہے، دو ایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب ان کے کرم کے شایان
ہے ان حالات و اشارات کے ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع
خود ہی بتا دے گا کہ وہاں کوئی خصوصیت خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہو سکتا
حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے اب واقعہ بیر معونہ ہی

دیکھئے مدینہ طیبہ کے ستر جگر پاروں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص پیاروں اجلہ علمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا سخت شدید غم والم ہوا ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار ناہنجار پر لعنت فرماتے رہے مگر ہرگز منقول نہیں کہ ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو ع

آخر ایں ترک و بایں مرتبہ بے چیزے نیست

اہلِ انصاف کے نزدیک تو کلام اسی قدر سے تمام ہوا مگر ہم ان وقائع ثلثہ کا بھی باذنہ تعالیٰ تصفیہ کریں۔ واقعہ اولیٰ جب اصحمہ رضی اللہ تعالیٰ علیہ عنہ بادشاہ حبشہ نے حبشہ میں انتقال کیا سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کو خبر دی اور مصلے میں جاکر صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں رواہ الستۃ عن ابی هریرۃ وللشیخان عن جابر کنت فی الصف الثانی او الثالث رضی اللہ تعالیٰ عنهما اسکو چھوؤں ائمہ نے ابوہریرہ رضی سے روایت کیا اور شیخین نے جابر رضی سے روایت کی کہ میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔ اولاً صحیح ابن حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وعن الصحابۃ جمیعاً سے ہے:۔

ان النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان اخاکم النجاشی توفی فقوموا صلوا علیہ فقام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبر اربعا وھم لایظنون الا ان	رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی مرگیا اٹھو اس پر نماز پڑھو پھر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں حضور نے چار تکبیریں کہیں صحابہ

جنازة بين يديه

کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے۔

صحیح ابو عوانہ میں ان ہی سے ہے :-

نصلينا خلفه ونحن لا نرى الا ان الجنازة قدامنا

ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے

اقول هذا فی فتح الباری ثم المواهب ثم شرحها كذلك فی عمدة القاری وغيرها من الكتب ووقع فی نصب الراية فی رواية ابن حبان وهم لا يظنون ان جنازته بين يديه باسقاط الا فاحتاج المحقق على الاطلاق الى التقريب بان قال فهذا اللفظ يشير الى ان الواقع خلاف ظنهم لانه هو فائدة المعتد بها فاما ان يكون سمعه منه صلی الله تعالی عليه وسلم او كشف له وتبعه اه فی الغنية والمرقاة وهو كما ترى كلام نفيس لكن لا حاجة اليه بعد ثبوت الا فی

میں کہتا ہوں فتح الباری میں تو یونہی ہے، اسی طرح مواہب، اس کی شرح اور عمدۃ القاری وغیرہ میں بھی ہے لیکن نصب الرایہ میں بروایت ابن حبان یہ ہے کہ "وہ گمان نہیں کرتے تھے کہ جنازہ انکے سامنے ہے"، یعنی اسمیں "الا" کا لفظ نہیں، اسلئے محقق علی الاطلاق کو کہنا پڑا کہ یہ لفظ ظاہر کرتا ہے کہ واقعہ انکے گمان کے برعکس تھا کیونکہ اس لفظ کا معتد بہ فائدہ یہی ہے، پس یا تو انھوں نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا، یا انھیں کشف ہوا ہوگا، اور انکی اتباع کی غنیہ اور مرقاۃ میں، اور وہ جیسا کہ تم دیکھتے ہو ایسا ہی ہے، یہ کلام بہت نفیس ہے، لیکن جبکہ "الا" دو صحیح کتابوں میں

الکتابین الصحیحین فانہ ح اظھر وانزہ وللہ الحمد وبالجملۃ اندفع بہ ماقال الشیخ تقی الدین ان ھذا یحتاج الی نقل بینۃ ولا یکتفی فیہ بمجرد الاحتمال۔

ثابت ہے تو اب اس کی حاجت نہیں کیونکہ یہ اسوقت بالکل ظاہر ہے، وللہ الحمد، خلاصہ یہ کہ شیخ تقی الدین کا یہ اعتراض کہ اسمیں کسی شہادت کے نقل کی ضرورت ہے اور محض احتمال کافی نہیں مندفع ہوا۔

یہ دونوں روایت صحیح عاصند قوی ہیں اس حدیث مرسل اصولی کی کہ امام واحدی نے اسباب نزول القرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کی کہ فرمایا

کشف للنبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی رواہ وصلے علیہ۔

نجاشی کا جنازہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے ظاہر کر دیا گیا تھا حضور نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔

ثانیاً بلکہ جب تم مستدل ہو ہمیں احتمال کافی نہ کہ جب خود باسانید صحیحہ ثابت ہے یہ جواب خود ایک شافعی امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا

اقول ای لما تقرر من کفہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فالظاھر معناہ الاحتمال عن دلیل ثم من العجب قول الکرمانی کان غائبا عن الصحابۃ وارتضاہ فی الفتح قائل سبقہ الی ذلک ابو حامد الخ

میں کہتا ہوں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رکنا ثابت ہو گیا، تو بظاہر اس سے مراد وہ احتمال ہے جو دلیل سے پیدا ہوا ہو، پھر کرمانی پر تعجب ہے کہ انھوں نے فرمایا جنازہ صحابہ سے غائب نہ تھا، اور فتح میں اسکو پسند کیا یہ کہتے ہوئے کہ ابو حامد پہلے ہی

وکذا استحسنه الرویانی وانهم
شافعیه وهذا لما نص علیه
الحنفیة والمالکیة من الاتفاق
علی جواز الصلوٰة علی غائب عن
القوم والامام یراه اقول
علی ان فی حدیث عمران نحن
لا نری الا ان الجنازة قدامنا
کما قدمنا اما حدیث مجمع بن
جاریة رضی الله عنه فصففنا
خلفه صفین وما نری شیئاً
رواه الطبرانی (وهم من نسبة
لابن ماجه معتبرا القول الحافظ
اصله فی ابن ماجه غافلا ان
لیس عنده وما نری شیئا وهو المقصود)
نفیه حمران بن اعین رافضی ضعیف
علی ان کلا حکی عن حاله فلا تعارض
ولا یعقل من عاقل اشتراط
ان یری المیت الکل والا لما صحت
لما عدا الصف الاول۔

قول کر چکے ہیں الخ اور رویانی نے اس کو
مستحسن سمجھا، اور یہ چاروں شافعیہ ہیں
اور یہ اس تصریح کی بنا پر ہے کہ جو بالاتفاق
حنفیہ اور مالکیہ نے غائب کے جنازہ کے جواز
کی ہے کہ اگر امام جنازہ کو دیکھ رہا ہے تو نماز
جائز ہے۔ میں کہتا ہوں علاوہ ازیں عمران کی
حدیث میں ہے کہ ہم تو جنازہ کو اپنے سامنے ہی
سمجھتے تھے، جیسا کہ گذرا، اور مجمع بن جاریہ رضی
اللہ عنہ کی حدیث کہ ہم نے ان کے پیچھے دو صفیں
باندھیں اور ہم کچھ نہیں دیکھ رہے تھے، اسے
طبرانی نے روایت کیا (ابن ماجہ کی طرف نسبت میں
وہم ہے حافظ کے قول پر اعتبار کرتے ہوئے کہ اسکی
اصل ابن ماجہ میں ہے انکو یہ پتہ نہیں کہ انکے نزدیک
"ما نری شیئاً" نہیں ہے اور یہی مقصود ہے) اسمیں
حمران بن اعین رافضی ضعیف ہے علاوہ ازیں ہر
ایک نے اپنے حال کی حکایت کی ہے تو کوئی تعارض
نہ ہوا، اور یہ شرط تو کوئی عقل مند بھی نہیں
لگا سکتا ہے کہ جنازہ سب دیکھ رہے ہوں ورنہ
تو پہلی صف کے علاوہ کسی کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

ثالثاً نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال دار الکفر میں ہوا وہاں ان پر نماز نہ ہو
تھی لہٰذا حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں پڑھی اسی بنا پر امام داؤد
اپنی سنن میں اس حدیث کے لئے یہ باب وضع کیا۔

الصلوٰۃ علی المسلم یلیہ اھل شرک فی بلد اٰخر قال الحافظ فی الفتح لھذا محتمل الا انی لم اقف فی شیئ من الاخبار علی انہ لم یصل علیہ فی بلدہ احد اھ قال الزرقانی وھو مشترک الالزام فلم یرو فی الاخبار انہ صلی علیہ احد فی بلدہ کما جزم بہ ابوداؤد ومحلہ فی اتساع الحفظ معلوم اھ اقول ای فقد کفانا المؤنۃ بقولہ ھذا محتمل۔

ثم اقول قد یری لہ ما اخرج احمد وابن ماجۃ عن حذیفۃ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرج بھم فقال صلوا علی اخ لکم مات بغیر ارضکم قالوا من ھو قال النجاشی ثم رایتہ

اس مسلمان کی نماز جنازہ جس کے والی مشرک ہوں اور وہ دوسرے شہر میں ہو، حافظ فتح میں کہا یہ بھی اسکا ایک محمل ہے مگر میں ایسی خبر پر مطلع نہ ہوا جس سے پتہ چلتا ہو نجاشی کے شہر میں اس پر کسی نے نماز نہ پڑھی زرقانی نے کہا یہ مشترک الالزام ہے، کیونکہ بھی کسی خبر میں نہیں آیا کہ اسکے شہر میں اس کسی نے نماز نہیں پڑھی، جیسے ابوداؤد نے اس پر جزم کیا، وسعت حفظ میں انکا مقام جانا پہچانا ہے (ھ) میں کہتا ہوں ہمیں انکا اتنا قول کافی ہے کہ یہ محتمل ہے، پھر میں کہتا ہوں اس پر تائید احمد اور ابن ماجہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے حذیفہ رضی سے کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لیکر نکلے اور فرمایا تم اپنے اس بھائی پر نماز پڑھو جو دوسری زمین میں وفات پا گیا ہے، صحابہ

ں مسند ابی داؤد الطیالسی قال
ـد ثنا المثنیٰ بن سعید عن قتادہ
ن ابی طفیل عن حذیفۃ بن اسید
ن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ناہ موت النجاشی فقال ان اخاکم
ات بغیر ارضکم فقوموا فصلوا
علیہ فھذا القوی الاستئناس
کان الفاء فی فقوموا لھذا

نے دریافت کیا کہ وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا نجاشی
پھر مسند ابی داؤد طیالسی میں بھی یہی روایت ہے
انھوں نے کہا ہمسے حدیث بیان کی بن سعید
نے قتادہ عن ابی طفیل عن حذیفہ بن اسید
روایت کی کہ آپ نے فرمایا تمہارا بھائی دوسری
سرزمین میں مرگیا ہے، تو چلو اس کی نماز
جنازہ پڑھو، تو یہ قوی استدلال فقوموا
کی فاء کی وجہ سے ہے۔

خود امام شافعی المذہب ابو سلیمان خطابی نے یہ مسلک لیا کہ غائب پر نماز نہیں سوا اس صورت خاص کے کہ اس کا انتقال ایسی جگہ ہوا جہاں کسی نے اس کی نماز نہ پڑھی ہو اقول اب بھی خصوصیت نجاشی ماننے سے چارہ نہ ہوگا جبکہ اور موتیں بھی ایسی ہوئیں اور نماز غائب کسی اور پر نہ پڑھی گئی۔ سابعاً بعض کو ان کے اسلام میں شبہ تھا یہاں تک کہ بعض نے کہا حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی

رواہ ابن ابی حاتم فی التفسیر عن
ثابت والدارقطنی فی الافراد والبزار
عن حمید معاً عن انس ولہ شاھد
فی کبیر الطبرانی عن وحشی و اوسطہ
عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنھم

اسے ابن ابی حاتم نے تفسیر میں ثابت سے اور
دارقطنی نے افراد میں، اور بزار نے حمید سے
اور انس سے روایت کی، اور اس کے لئے کبیر
طبرانی میں وحشی سے اور اوسط میں ابو سعید
سے ہے۔

اس نماز سے مقصود اُن کی اشاعت اسلام تھی۔ اقول یعنی بیان بالفعل اقویٰ ہے

والہٰذا مصلے میں تشریف لے گئے کہ جماعت کثیر ہو

قالہ ابن بزیزۃ وغیرہ من الشافعیۃ
القائلین بجواز صلوٰۃ الجنازۃ فی
المسجد معتلین لعدم صلوتہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد
مع انہ حین نعاہ کان فیہ ھٰذا
ولا یذھب عنک ان طراز المعلم
ھما الاولان

یہ ابن بزیزہ شافعیہ کا قول ہے جو مسجد میں
نماز جنازہ کے قائل ہیں، کیونکہ حضور صل
اللہ علیہ وسلم کو جب نجاشی کی موت کی خ
ملی تو آپ نے اس پر مسجد میں نماز نہ پڑ
حالانکہ آپ اس وقت مسجد ہی میں تھے۔

تنبیہ غیر مقلدوں کے بھوپالی امام نے عون الباری میں حدیث نجاشی کی نسبت
کہا اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگرچہ جنازہ غیر جہت قبلہ میں ہوا
نمازی قبلہ رو اقول نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانب جن
ہے اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے تو جنازہ غیر جہت قبلہ میں کب تھا۔

لاجرم لما نقل الحافظ فی الفتح
قول ابن حبان انہ انما یجوز
ذلک لمن فی جہتہ القبلۃ قال
حجۃ الجمہور علی قصۃ النجاشی

میں کہتا ہوں حافظ نے فتح میں ابن حبان
قول نقل کیا ہے کہ یہ صرف اس صورت میں
جائز ہے کہ جب نمازی قبلہ رو ہو، تو انھوں
نے کہا جمہور کی دلیل نجاشی کا قصہ ہے

اھ تو ان مجتہد صاحب کا جہل قابل تماشا ہے جن کو سمت قبلہ تک معلوم نہیں۔ کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ان کے جنازہ پر نماز ان کی غیر سمت پڑھنے کا ادعا دو
جہل ہے حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانب حبشہ نماز پڑھی۔

رواہ الطبرانی عن حذیفۃ بن اسید رضی اللہ عنہ

قعہ دوم معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی اوکا ائمہ حدیث
لی وابن حبان وبیہقی وابو عمر ابن عبدالبر وابن الجوزی ونووی وذہبی وابن
مام وغیرہم نے اس حدیث کو ضعیف بتایا اسے طبرانی نے معجم اوسط ومسند الشامیین
ں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا

بطریق نوح بن عمرو السکسکی
نا بقیۃ بن الولید عن محمد بن
زیاد الالہانی عن ابی امامۃ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ قلت ومن ھذا
الطریق رواہ ابو احمد والحاکم
فی فوائدہ والخلال فی فضائل
سورۃ الاخلاص وابن عبدالبر
فی الاستیعاب وابن حبان فی
الضعفاء واشار الیہ ابن مندہ

بطریق نوح بن عمرو سکسکی ہمسے حدیث بیان
کی بقیہ بن ولید نے محمد بن زیاد سے انھوں
نے ابو امامہ سے، میں کہتا ہوں اسی سند سے
اس کو روایت کیا ابو احمد اور حاکم، اپنے فوائد
میں اور خلال نے فضائل سورۂ اخلاص میں
اور ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور ابن
حبان نے ضعفاء میں اور ابن مندہ نے
اس کی طرف اشارہ کیا۔

اس کی سند میں بقیہ بن ولید مدلس ہے اور اس نے عنعنہ کیا یعنی محمد بن زیاد
سے اپنا سننا نہ بیان کیا بلکہ کہا کہ ابن زیاد سے روایت ہے معلوم نہیں راوی کون ہے،

بہ اعلہ المحقق فی الفتح اقول
لکن سند ابی احمد الحاکم ھکذا

یہی علت اس میں محقق نے فتح میں بیان کی
میں کہتا ہوں ابو احمد حاکم کی سند اس طرح ہے

اخبرنا ابو الحسن احمد بن عمير
بدمشق ثنا نوح بن عمرو بن
حوی ثنا بقية حدثنا محمد بن زياد
عن ابی امامة فذکره

ہمیں خبر دی ابوالحسن احمد بن عمیر نے دمشق
میں ہم سے بیان کیا نوح بن حوی نے ہم سے
بیان کیا بقیہ نے ہم سے بیان کیا محمد بن زیاد
نے ابوامامہ سے پھر حدیث ذکر کی۔

ذہبی نے کہا یہ حدیث منکر ہے نیز اس کی سند میں نوح ابن عمرو ہے ابن حبان نے اسے اس حدیث کا چور بتایا یعنی ایک سخت ضعیف شخص اسے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا تھا اس نے اس سے چرا کر بقیہ کے سر باندھ دی

قال الذهبی فی ترجمة نوح قال
ابن حبان فی ترجمة العلاء الثقفی
من الضعفاء بعد ان ذکر له هذا
الحديث سرقه شيخ من اهل
الشام فرواه عن بقية فذکره
اه وليس فيه يقال وقد نقل عنه
هکذا الذهبی فی العلام اما قول
الحافظ فما ادری نوحا وغيره فانه
لم يذکر نوحا فی الضعفاء فاقول
ظاهر ان نوحا هو الشيخ الشامی
الذی رواه عن بقية ولا مسار
للشك حتی يثبت شامی آخر يرويه

ذہبی نے نوح کے ترجمہ میں کہا کہ ابن حبان
نے کہا، کہا جاتا ہے کہ انسے اس حدیث کو
چرالیا میں کہتا ہوں حافظ نے اصابہ میں
علاء ثقفی (جو ضعفاء سے ہیں) ان کی یہی
حدیث روایت کرنے کے بعد کہا ہے، اس کو
ایک شامی شیخ نے چرا کر بقیہ سے روایت کر دیا۔
اور اسمیں "یقال" نہیں ہے، اسی طرح ان سے
ذہبی نے علام میں نقل کیا اور حافظ کا یہ کہنا
کہ میں نوح کو نہیں جانتا اور اس کے غیر کو،
کیونکہ نوح کو انھوں نے ضعفاء میں ذکر نہیں
کیا ہے، تو میں کہتا ہوں بظاہر نوح شامی کا
شیخ ہے وہ شامی جسنے اس کو بقیہ سے روایت

نہ لاجرم ان جرام الذهبی بانہ
نی بہ نوحا۔

کیا، اور شک کا کوئی دوسرا منشار نہیں، کہ ایک شامی اور ثابت کیا جائے جو اس سے روایت کرے بالخصوص ذہبی کا یہ یقین کہ انھوں نے اس سے نوح ہی کو مراد لیا ہے۔

انس[1] رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت طبقات ابن سعد میں دو طریق سے ہے

یک طریق میں محبوب بن ہلال مزنی ہے

لت ومن هذا الوجہ اخرجہ
لطبرانی وابن الفريس وسمویہ
ی فوائدہ وابن مندة والبیهقی
ی الدلائل

میں کہتا ہوں اسی سند سے اسکو طبرانی ابن فریس اور سمویہ نے اپنے فوائد میں اور ابن مندہ اور بیہقی نے دلائل میں روایت کیا۔

ذہبی نے کہا یہ شخص مجہول ہے اور اس کی یہ حدیث منکر، دوسرے طریق میں علاء بن یزید

---

[1] یہ حدیث انس اور ابو امامہ رضی اللہ عنہما کے سوا کسی اور صحابی سے مروی نہیں اور فتح القدیر کے دو نسخوں (مطبوعہ مصر و ہند) کی یہ عبارت (نجاشی کے واقعہ کے بعد) اگر دریافت کیا جائے کہ کیا آپ نے کسی اور غائب پر بھی نماز پڑھی؟ اور وہ معٰویہ بن معٰویہ مزنی اور ایک قول ہے لیثی، اسے روایت کیا طبرانی نے بروایت ابوامامہ اور ابن سعد بروایت انس، علی، مزید، جعفر رضی اللہ عنہ یا تو اس کی شہادت مغازی کی روایات کے مطابق موتہ میں ہوئی، تو یہ غلط ہے، صحیح یہ ہے کہ ابن سعد بروایت انس، اسی طرح آپ نے مزید اور جعفر پر نماز پڑھی، اس کے تمام حوالے علی قاری کی مرقاۃ میں ہیں انھوں نے کہا، اور ابن سعد بروایت انس، اور زید، اور جعفر پر نماز پڑھی، اصحابہ میں حدیث کے تمام طرق جمع کئے ہیں، مگر اس میں نہ تو علی کا ذکر ہے اور نہ کسی اور کا سوائے انس اور ابوامامہ کے۔

ثقفی ہے۔

قلت ومن ھذا الطریق اخرجہ ابن ابی الدنیا ومن طریقۃ ابن الجوزی فی العلل المتناھیۃ والعقیلی وابن سنجو فی مسندہ وابن الاعرابی وابن عبد البر وحاجب الطوسی فی فوائدہ	میں کہتا ہوں اسی سند سے اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا اور عقیلی اور ابن جوزی نے علل میں اور عقیلی اور ابن سنجو نے اپنی مسند میں اور ابن اعرابی، ابن عبد البر اور حاجب طوسی نے اپنے فوائد میں۔

امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا، اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے امام بخاری وابن عدی وابو حاتم نے کہا وہ منکر الحدیث ہے ابو حاتم و دار قطنی نے کہا متروک الحدیث ہے امام علی بن مدینی استاذ امام بخاری نے کہا وہ حدیثیں دل سے گھڑتا تھا ابن حبان نے کہا یہ حدیث بھی اسی کی گھڑی ہوئی ہے اس سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کر دی ذکرہ فی المیزان ابو الولید طیالسی نے کہا علاء کذاب تھا عقیلی نے کہا

العلا بن یزید ثقفی لا یتابعہ احد علی ھذا الحدیث الا من ھو مثلہ اودونہ۔	علا کے سوا جس نے یہ حدیث روایت کی سب علا ہی جیسے ہیں یا اس سے بھی بدتر۔

ذکرہ فی العلل المتناھیہ ابو عمر بن عبد البر نے کہا اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور در بارۂ احکام اصلا حجت نہیں صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاذ نام کا معلوم نہیں قالہ فی الاستیعاب ونقلہ فی الاصابۃ یونہی ابن حبان

نے کہا کہ مجھے[1] اس نام کے کوئی صاحب صحابہ میں یاد نہیں۔ اثرہ فی المیزان ۔
ثانیاً فرض کیجئے کہ یہ حدیث اپنے طرق سے ضعیف نہ رہی کما اختارہ الحافظ فی الفتح
یا بفرض غلط لذاتہ صحیح سہی پھر اس میں ہے کیا خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر الانور کر دیا گیا تھا تو نماز جنازہ حاضر ہوئی نہ کہ
غائب پر، حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ کے لفظ طبرانی کے یہاں یہ ہیں جبریل امین
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ معویہ بن معویہ مزنی نے مدینہ

[1] شوکانی نے نیل الاوطار میں یہاں عجیب تماشا کیا ہے اولا استیعاب سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معویہ بن معویہ لیثی پر نماز پڑھی پھر کہا استیعاب میں اس قصہ کا مثل معویہ بن مقرن کے حق میں ابوامامہ سے روایت کیا پھر کہا نیز اسکا مثل انس سے ترجمہ معاویہ بن معاویہ مزنی میں روایت کیا اس میں وہ یہ وہم دلاتا ہے کہ گویا یہ تین اصحابی جدا جدا ہیں جن پر نماز غائب مروی ہے حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے وہ ایک ہی صحابی ہیں معویہ نام جنکے نسب و نسبت میں راویوں سے اضطراب واقع ہوا کسی نے مزنی کہا کسی نے لیثی کسی نے معویہ بن معویہ کسی نے معویہ بن مقرن، ابو عمر نے معویہ بن مقرن مزنی کو ترجیح دی کہ صحابہ میں معویہ بن معویہ کوئی معلوم نہیں اور حافظ نے اصابہ میں معویہ بن معویہ مزنی کو ترجیح دی اور لیثی کہنے کو علاء ثقفی کی خطا بتایا اور معویہ بن مقرن کو ایک اور صحابی مانا جن کے لئے یہ روایت نہیں بہرحال صاحب قصہ شخص واحد ہیں اور شوکانی کا ایہام تثلیث محض باطل۔ ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں فرمایا معویہ بن معویہ المزنی ویقال اللیثی ویقال معویہ بن مقرن المزنی قال ابوعمر وھو اولی بالصواب الخ یعنی معویہ بن معویہ مزنی اور کوئی کہتا ہے معویہ بن مقرن مزنی ابوعمر نے کہا یہی جواب سے نزدیک تر ہے پھر حدیث انس کے طریق اول سے پہلے طور پر نام ذکر کیا اور طریق دوم سے دوسرے طور پر اور حدیث ابوامامہ سے تیسرے طور پر ۱۲ منہ

میں انتقال کیا

اتحب ان اطوی لك الارض	کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں حضور کے لئے زمین
فتصلی علیہ قال نعم فضرب	لپیٹ دوں تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں فرمایا
بجناحہ علی الارض فرفع لہ	ہاں جبریل نے زمین پر اپنا پر مارا جنازہ حضور
سریرہ فصلی علیہ وخلفہ	کے سامنے ہوگیا اسوقت حضور نے اسپر نماز
صفان من الملائکۃ کل صف	پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے
سبعون الف ملك	پیچھے تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے۔

ابواحمد حاکم کے یہاں یوں ہے

وضع جناحہ الایمن علی الجبال	جبریل نے اپنا داہنا پر پہاڑوں پر رکھا وہ
فتواضعت ووضع جناحہ الایسر	جھک گئے بایاں پر زمینوں پر رکھا وہ پست
علی الارضین فتواضعت حتی	ہوگئیں یہاں تک کہ مکہ مدینہ ہم کو نظر آنے
نظرنا الی مکۃ والمدینۃ فصلی	لگے اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
علیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ	جبریل وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ان
وسلم جبریل والملائکۃ	پر نماز پڑھی۔

حدیث انس بطریق محبوب کے الفاظ یہ ہیں جبریل نے عرض کی کیا حضور ان پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں فرمایا ہاں

فضرب بجناحہ الارض فلم	پس جبریل نے زمین پر اپنا پر مارا کوئی پیڑ اور
تبق شجرۃ ولا اکمۃ الا تضعضعت	ٹیلا نہ رہا جو پست نہ ہوگیا اور ان کا جنازہ
ورفع لہ سریرہ حتی نظر الیہ	حضور کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ

فصلی علیہ پیش نظر اقدس ہوگیا اور ان کا جنازہ نماز پڑھی۔

طریق علاء کے لفظ یوں ہیں هل لك ان تصلی علیہ فاقبض لك الارض قال نعم فصلی علیہ جبریل نے عرض کی حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں فرمایا ہاں جبریل نے ایسا ہی کیا اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی اقول بلکہ طرز کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کیلئے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی جب تو جبریل نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنا چاہیں تو زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور نماز پڑھیں فافہم واقعہ سوم واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی:۔

لما التقی الناس بموتہ جلس	جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی رسول
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے
علی المنبر وکشف لہ ما بینہ وبین	اور اللہ عزوجل نے حضور کے لئے پردے اٹھا دیے
الشام فھو ینظر الی معرکتھم	کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے
فقال صلی اللہ علیہ وسلم	اتنے میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اخذ الرایۃ زید بن حارثۃ	نے فرمایا زید بن حارثہ نے نشان اٹھایا اور لڑتا
فمضی حتی استشھد وصلی علیہ	رہا یہاں تک کہ شہید ہوا حضور نے انھیں
ودعا لہ وقال استغفروا لہ وقد	اپنی صلاۃ دعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو
دخل الجنۃ وھو یسعی ثم اخذ الرایۃ	ارشاد ہوا کہ اس کے لئے استغفار کرو وہ
جعفر بن ابی طالب فمضی حتی	بیشک دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا حضور

استشهد فصلی علیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ودعالہ وقال استغفروا لہ وقد دخل الجنۃ فھو یطیر فیھا بجناحین حیث شاء

نے فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا حضور نے ان کو اپنی صلاۃ ودعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کیلئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہوا اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے۔

اولاً یہ دونوں طریق سے مرسل ہے اقول عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالی عنہ صحابی کے پوتے اور یہ عبداللہ بن ابی بکر عبداللہ بن ابی بکر بن نعمان عمرو بن حزم ہیں، صغار تابعین سے عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ عنہ کے پر پوتے ثانیاً خود واقدی کو محدثین کب مانتے ہیں یہاں تک کہ ذہبی نے ان کے متروک ہونے پر اجماع کا ادعا کیا اقول دزدت ھذا مشایعۃ للاول وکلا ھما الزام فالمرسل نقلہ الواقدی لوثقہ ثالثاً اقول عبداللہ ابن ابی بکر سے راوی شیخ واقدی عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے کمافی المیزان تو مرسل نامعتضد ہے رابعاً خود اسی روایت میں صاف تصریح ہے کہ پردے اٹھا دیے گئے تھے معرکہ حضرت اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھا۔

اقول لکن موتۃ بالشام علی مرحلتین من بیت المقدس وغزوتھا سنۃ ثمان وقد حولت القبلۃ قبلھا بزمان فکیف یکفی

میں کہتا ہوں موتہ شام میں بیت المقدس سے دو مرحلوں کے فاصلہ پر ہے، یہ غزوہ ۸ھ میں ہوا اور تحویل قبلہ اس سے بہت پہلے ہو چکی تھی، تو صرف جنازہ کا دیکھنا کیونکر

المساوية مع اشتراط كونها امام المصلى الا ان يقال انما اريد الرد على الاحتجاج لصلاة الغيب وقد تم واذا ثبت فيها قولنا ثبت ذلك اشتراطنا لان المساوية مع الاستدبار لا مكنه۔

کافی ہوا جبکہ اس کا نمازی کے آگے ہونا ضروری ہے، ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں مقصود نماز جنازہ غائبانہ کے استدلال کو رد کرنا تھا، وہ حاصل ہوگیا، اور جب ہمارا قول اس میں ثابت ہوگیا تو ہماری یہ شرط بھی ثابت ہوگئی، کیونکہ بیٹھ پیچھے ہونیکے باوجود ان کے لئے دیکھنا ممکن تھا۔

خامساً اقول کیا دلیل ہے کہ یہاں صلاۃ بمعنی نماز معہود ہے بلکہ بمعنی درود ہے اور دعا آلہ عطف تفسیری نہیں بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے اور سوق روایت اسی میں ظاہر کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا اس وقت منبر اطہر پر تشریف فرما ہونا مذکور اور منبر انور دیوار قبلہ کے پاس تھا اور معتاد یہی ہے کہ منبر پر رو بحاضرین و پشت بقبلہ جلوس ہوا اور اس روایت میں نماز کے لئے منبر سے اترنے پھر تشریف لیجانے کا کہیں ذکر نہیں نیز برخلاف روایت نجاشی اس میں نماز صحابہ بھی نہیں نہ یہ کہ حضور نے ان کو نماز کے لئے فرمایا اگر یہ نماز تھی تو صحابہ کو شریک نہ فرمانے کی کیا وجہ نیز اسی معرکہ میں تیسری شہادت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی ہے ان پر صلاۃ کا ذکر نہیں اگر نماز ہوتی ان پر بھی ہوتی ہاں درود کی ان دو کے لئے تخصیص وجہ وجیہ رکھتی ہے اگرچہ وجہ کی حاجت بھی نہیں کہ وہ احکام عامہ سے نہیں وجہ اس حدیث سے ظاہر ہوگی جس میں ان دو صحابہ کرام کا حضرت ابن رواحہ کا فرق ارشاد ہوا ہے اور یہ کہ ان کو جنت میں منہ پھیرے ہوئے پایا کہ معرکہ میں قدرے

اعراض واقع ہوکر اقبال ہوا تھا۔

وھو فی اٰخر ھٰذین المرسلین رواہ البیہقی عن طریق الواقدی بسندیہ والیہ اشار فی حدیث ابن سعد عن ابن عامر الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موفوعا رائیت فی بعضھم اعراضا کانہ کرہ السیف۔

اور وہ ان دونوں مرسل حدیثوں کے آخر میں ہے جسکو بیہقی نے بطریق واقدی دونوں سندوں سے روایت کیا اور اسی کی طرف اشارہ کیا حدیث ابن سعد میں ابن عامر صحابی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا کہ میں نے انہیں سے بعض کو منہ پھیرے دیکھا، شاید انھوں نے تلوار سے کراہت کی تھی۔

اور سب سے زائد یہ کہ وہ شہدائے معرکہ ہیں نماز غائب جائز ماننے والے شہید معرکہ پر نماز نہیں مانتے تو باجماع فریقین یہاں صلاۃ بمعنے دعا ہونا لازم جس طرح خود امام نووی شافعی و امام قسطلانی شافعی و امام سیوطی شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے صلاۃ علی قبور شہداء احد میں ذکر فرمایا کہ یہاں صلاۃ بمعنی دعا ہونے پر اجماع ہے کما اثرناہ فی النھی الحاجز حالانکہ وہاں تو صلی علی اھل احد صلاتہ علی المیت یہاں اس قدر بھی نہیں۔

شوکانی صاحب نیل الاوطار ایسی جگہ اپنی اصول دانی یوں کھولتے ہیں کہ صلاۃ بمعنی نماز حقیقت شرعیہ ہے اور بلا دلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔

اقول اولاً ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقت شرعیہ صلاۃ بمعنی ارکان مخصوصہ ہے یہ معنی خود نماز جنازہ میں کہ [illegible] ہے نہ سجود نہ قرأت [illegible] والثالث عندنا والبواقی اجماعا لہذا علماء تصریح فرماتے

ہیں کہ نماز جنازہ صلاۃ مطلقہ نہیں اور تحقیق یہ کہ وہ دعائے مطلق وصلاۃ مطلقہ میں برزخ ہے کما اشار الیہ البخاری فی صحیحہ واطال فیہ لاجرم امام محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نماز جنازہ پر اطلاق صلاۃ مجاز ہے صحیح بخاری میں ہے سماھا صلاۃ لیس فیھا رکوع ولا سجود عمدۃ القاری میں ہے لکن التسمیۃ لیست بطریق الحقیقۃ ولا بطریق الاشتراک ولکن بطریق المجاز عمدۃ القاری میں ہے کہ یہ نام اپنا بطور حقیقت نہیں ہے اور نہ بطریق اشتراک یہ صرف بطریق مجاز ہے۔

ثانیاً صلاۃ کے ساتھ جب علیٰ فلان مذکور ہو ہرگز اس سے حقیقت شرعیہ مراد نہیں ہوتی نہ ہو سکتی ہے قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیٰ اٰلہ کما تحب وترضیٰ وقال وصل علیھم ان صلوٰتک سکن لھم وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم صل علیٰ اٰل ابی اوفیٰ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ الٰہی تو ابو اوفیٰ پر نماز پڑھ یا ان کا جنازہ پڑھ کیا صلاۃ علیہ شرع میں بمعنی درود نہیں۔

تنبیہ بعض حنفی بننے والے یہاں یہ عذر بے معنی پیش کرتے ہیں کہ مدارج النبوۃ میں ہے

والان در حرمین شریفین متعارف است	حرمین شریفین کے دالان میں یہ دستور
کہ چوں خبر می رسد کہ فلاں مرد صالح در	ہے کہ جب کسی نیک شخص کے کسی اسلامی ملک
بلدے از بلاد اسلام فوت کردہ است	میں فوت ہونیکی اطلاع ملتی ہے تو شافعیہ
شافعیہ نماز بروے میکنند وبعضے حنفیہ	اسپر نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور بعض احناف

با ایشاں شریک مے شوند از قاضی علی	بھی اس میں شرکت کر لیتے ہیں، قاضی علی
بن جار اللہ کہ شیخ حدیث ایں فقیر بود	بن جار اللہ (جو اس فقیر کے حدیث میں
پرسیدہ شد کہ حنفیہ چوں شریک می شوند	شیخ تھے) سے دریافت کیا گیا، کہ حنفیہ اس
در گزاردن ایں نماز، گفت دعائے است	نماز میں کیوں شرکت کرتے ہیں؟ تو انھوں
کہ میکنند فلا باس بہ۔	نے فرمایا، یہ دعا کرتے ہیں کیا حرج ہے۔

تمام نصوص صریحہ کتب معتمدہ و اجماع جمیع ائمہ مذہب کے مقابل گیارہویں صدی کے ایک فاضل قاضی کی حکایت پیش کر دینا مناسب نہیں،

(۱) امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ کہ متاخرین تو متاخرین خود ان کے معاصرین ان کیلئے مرتبہ اجتہاد کی شہادت دیتے ان امام جلیل کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی مسئلہ مذہب پر بحث کرنا چاہیں تو ڈرتے ڈرتے یوں فرماتے ہیں لو کان الیّ شیئ لقلت کذا مجھے کچھ اختیار ہوتا یوں کہتا (دیکھو فتح القدیر مسئلہ آمین و کتاب الحج باب الجنایات مسئلہ حق وغیرہما) پھر جو بحث وہ کرتے ہیں علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں مسموع نہ ہوگی، اس پر عمل جائز نہیں مذہب ہی کا اتباع کیا جائیگا۔ رد المحتار نواقض مسح الخف میں ہے

قد قال العلامۃ قاسم عبارۃ	علامہ قاسم نے فرمایا ہمارے استاذ امام
بابحاث شیخنا یعنی ابن الھمامؒ	ابن الہمام کی بحثوں کا کچھ اعتبار نہیں
اذا خالف المنقول علا	جب وہ مسئلہ منقول مذہب کے خلاف ہوں

اسی طرح جنایات الحج میں ہے نکاح الرقیق میں علامہ نور الدین علی مقدسی سے ہے

الکمال بلغ رتبة الاجتهاد وان کان البحث لا یقضی علی المذهب — امام ابن الہمام رتبہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے ہیں اگرچہ بحث مذہب پر غالب نہیں آسکتے۔

پھر جسے ادنیٰ لیاقتِ اجتہاد بھی نہیں جمیع آئمہ مذہب کے خلاف اس کی بات کیا قابل التفات۔ طحطاوی باب العدت میں ہے

النص هو المتبع فلا یعول علی البحث معه — نقل ہی کا اتباع ہے تو مسئلہ منقول ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔

(۲) تصریح ہے کہ خلاف مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں ہم نے العطایا النبویہ میں اس کی بہت نقول ذکر کی ہیں حلبی علی الدر باب صلوٰۃ الخوف میں ہے لا یعمل به لانه قول البعض اس پر عمل نہ کیا جائے کہ یہ بعض کا قول ہے، تو جو ایک کا بھی قول نہ ہو اس پر کیونکہ عمل ہو سکتا ہے۔

(۳) نصوص جلیلہ ہیں کہ متون کے مقابل شروح شروح کے مقابل فتاویٰ پر عمل نہیں ہم نے اس کی نقول متوافرہ اپنی کتاب فصل القضا فی رسم الافتا میں روشن کیں اور علامہ ابراہیم حلبی محشی در کے قول مذکور میں ہے لا یعمل به لمخالفته لاطلاق سائر المتون اس پر عمل نہیں کہ اطلاق جملہ متون کے خلاف ہے۔ جب نہ متون اس، اطلاق عبارات متون کا مخالف نا قابل عمل تو جو متون و شروح وفتاوے سب کے خلاف ہے اس پر عمل کیونکر محتمل (۴) پھر وہ بحث کچھ ہستی بھی رکھتی ہو نماز جنازہ مجرد دعا کے مثل زنہار نہیں دعا میں طہارت بدن طہارت جامہ طہارت مکان استقبال قبلہ تکبیر تحریمہ تحلیل استقرار علی الارض کچھ بھی ضرور نہیں اور نماز جنازہ میں یہ اور ان سے زائد اور بہت باتیں سب فرض ہیں کیا اگر کچھ

لوگ اسی وقت پیشاب کرکے بے استنجا بے وضو بے تیمم جنازہ کے پاس آئیں اور
ان میں سے ایک شخص قبلہ کو پشت کرکے جنازہ کی پٹی سے بیٹھ لگا کر بیٹھے اور باقی
کچھ اس کے آگے کچھ برابر لیٹے بیٹھے کچھ گھوڑوں پر چڑھے اور اتر دکھن پورب
مختلف جہتوں خلاف قبلہ کو منہ کئے ہوں وہ پشتو میں کہے الٰہی اس میت کو بخشدے
اور یہ سب انگریزی وغیرہ میں آمین کہیں تو کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ نماز جنازہ
ادا ہوئی اور اس طرح کی نماز میں حرج نہیں، دعائے ست کہ میکنند فلا باس
بہ اجماع ائمہ مذہب کے خلاف ایسی بے معنی استناد کیسی سخت جہالت شدیدہ
ہے۔ شک نہیں کہ قاضی ممدوح گیارہویں صدی کے ایک عالم تھے مگر عالم سے
لغزش بھی ہوتی ہے پھر اس کی لغزش سے بچنے کا حکم ہے نہ کہ اتباع کا۔ حدیث میں
ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اتقوا زلۃ العالم وانتظروا فیأتہ
عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کا انتظار رکھو

رواہ الحسن بن الحلوانی اُستاذ مسلم وابن عدی والبیہقی والعسکری
فی الامثال عن عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں عالم سے لغزش ہوتی
ہے وہ تو اس سے رجوع کر لیتا ہے اور اس کی خبر شہروں شہروں پہنچکر لغزش اس
سے منقول رہ جاتی ہے ذکرہ المناوی فی فیض القدیر خدارا انصاف ذرا
یوں فرض کر دیکھئے کہ کتب مذہب میں جواز نماز غائب و تکرار جنازہ کی عام تصریحات
ہوتیں اور قاضی ممدوح نہیں، ان جیسے دو سو قاضی اسے ناجائز بتاتے اور کوئی

شخص کتب مذہب کے مقابل ان دو سو سے سند لاتا تو دیکھئے کہ یہ حضرات کس قدر غل مچاتے اُچھل اُچھل پڑتے کہ دیکھو کتب مذہب میں تو جواز کی صاف تصریح ہے اور یہ شخص ان سب کے خلاف گیارہویں صدی کے دو سو قاضیوں کی سند دیتا ہے ہم ان کی مانیں یا کتب مذہب کو حق جانیں اور اب جو اپنی باری ہے تو تمام ائمہ مذہب کا اجماع تمام کتب مذہب کا اتفاق سب بالائے طاق اور تنہا قاضی ممدوح کو تقلید کا استحقاق۔ اس ظلم صریح کی کوئی حد ہے مگر یہ ہے کہ جب کہیں کچھ نہ پایا الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا لیتا ہے۔ وباللہ العصمۃ۔ مدارج النبوۃ نہ کوئی فقہ کی کتب ہے نہ اس میں یہ حکایت بغرض استناد نہ شیخ کو اس پر تعویل و اعتماد وہ حنفی ہیں اور مذہب حنفی خود اسی کتاب میں اسی عبارت سے اوپر یوں بتا رہے ہیں مذہب امام ابو حنیفہ مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ آنست کہ جائز نیست پھر اس پر دلیل بتا کر مخالفین کے جواب دیئے ہیں نیز اس حکایت کے متصل ہی حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہر روز بہ نیت جملہ اموات مسلمین نماز غائب پڑھنے کی وصیت نقل کر کے اس پر سکوت نہ کیا کہ کہاں قاضی علی بن ظہیرہ اور کہاں حضور پُر نور غوثیت مآب۔ مبادا اغلا مانِ حضور اس سے حنفیہ کے لئے جواز خیال کر لیں۔ لہٰذا معاً اس پر تنبیہ کو فرما دیا کہ ایشاں حنبلی اند و نزد امام احمد حنبل جائز است۔ اگر شیخ کو اس حکایت سے استناد مقصود ہوتا تو یہاں استدراک و دفع وہم (نہ فرماتے بلکہ اسے اس کا مؤید ٹھہراتے کما لا یخفی واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم

اولاً جبکہ آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ نماز غائب و تکرار نماز جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ہر ناجائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں تو امام کا شافعی المذہب ہونا اس ناجائز کو ہمارے لئے کیونکر جائز کر سکتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ ناجائز بات میں کسی کی اطاعت نہیں رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن امیر المومنین علی ونحوہ احمد والحاکم بسند صحیح عن عمران بن حصین وعن عمرو بن الحکم الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثانیاً یہاں اطاعت امام کا حیلہ عجیب پادر ہوا ہے بھائیو وہ تمہارا امام تو جب ہو کہ تم اس کی اقتدا کرو پیش از اقتدا اس کی اطاعت تم پر کیوں ہو۔ اور جب تمہارے مذہب میں وہ ناجائز وگناہ ہے تو تمہیں ایسے امر میں اس کی اقتدا ہی کب روا ہے یہ وہی مثل ہے کہ کسی کودن نے کچھ اشعار قبیح وشنیع اغلاط پر مشتمل لکھ کر کسی شاعر کو سنائے اُس نے کہا یہ الفاظ غلط باندھے ہیں کہا بضرورت شعری کہا یا باشعر گفتن چہ ضرور ثالثاً جائز یا فرض وواجب نمازیں جن میں حنفی حسب شرائط مذکور بحرالرائق وغیرہ اہلسنت کے کسی دوسرے مذہب والے مثلاً شافعی وغیرہ کی اقتدا کرے اس میں ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو امور ہمارے مذہب میں اصل سے محض ناجائز ہیں ان میں اس کی پیروی نہ کرے اگرچہ اس کے مذہب میں جائز ہوں مثلاً صبح کی نماز میں وہ قنوت پڑھے تو یہ نہ پڑھے نماز جنازہ میں امام پانچویں تکبیر

کہے تو یہ نہ کہے عنایہ شرح ہدایہ میں ہے۔

انما یتبعه فی المشروع دون غیرہ۔

مقتدی امام کی پیروی جائز امر میں کرے گا۔

تنویر میں ہے

یأتی الماموم بقنوت الوتر لا الفجر بل یقف ساکتا۔

مقتدی قنوت وتر میں پڑھے گا فجر میں نہیں۔ بلکہ چپ کھڑا رہے گا۔

بحر میں ہے۔

لو کبر خمسا فی الجنازہ لا یتابعه فی الخامسة۔

اگر امام نے جنازہ میں پانچویں تکبیر کہی تو مقتدی اس کی اتباع نہ کرے گا۔

جب بعد اقتدا یہ حکم ہے تو قبل اقتدا امر ناجائز نامشروع میں اقتدا کی اجازت کیونکہ ممکن۔ غرض مذہب مہذب حنفی کا حکم تو یہ ہے باقی جو کوئی غیر مقلد بننا چاہے تو آجکل آزادی و بے لگامی کی ہوا چل رہی ہے۔ ہر شخص کو شتر بے مہار ہونے کا اختیار اور اس کے رد میں بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے رسائل النہی الاکید وغیرہ کافی واللہ المستعان علیٰ اہل طغیان واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین وافضل الصلوٰۃ واکمل السّلام علی سید المرسلین محمد واٰلہٖ واصحابہ اجمعین۔ اٰمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے النبی الامی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم